ہفت روزہ
خدام الدین
لاہور
بیادگار
شیخ التفسیر حضرت مولانا احمد علی
شیرانوالہ دروازہ لاہور
۲۵ جون سنہ ۱۹۶۵ء
۲۴ صفر المظفر ۱۳۸۵ھ
یکے از مطبوعات انجمن خدام الدین ○ لاہور
ہدیہ ۲۵ پیسے

احادیث الرسول صلی اللہ علیہ وسلم

عَنْ اَبِیْ اُمَامَۃَ رَضِیَ اللّٰہُ عَنْہُ عَنِ النَّبِیِّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ قَالَ: "مَنْ لَّمْ یَغْزُ، اَوْ یُجَھِّزْ غَازِیًا، اَوْ یَخْلُفْ غَازِیًا فِیْ اَھْلِہٖ بِخَیْرٍ، اَصَابَہُ اللّٰہُ بِقَارِعَۃٍ، قَبْلَ یَوْمِ الْقِیَامَۃِ، رواہ ابو داود باسناد صحیح۔

ترجمہ:۔ حضرت ابو امامہ رضی اللہ عنہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کرتے ہیں کہ آپؐ نے ارشاد فرمایا۔ کہ جس شخص نے نہ جہاد کیا اور نہ ہی کسی غازی کو سامانِ جہاد دیا۔ اور نہ ہی کسی غازی کی اس کے پیچھے اس کے اہل و عیال میں خبرگیری کی تو قیامت سے پہلے اللہ تعالےٰ اس کو سخت مصیبت میں مبتلا کریں گے۔

عَنْ اَنَسٍ رَضِیَ اللّٰہُ عَنْہُ اَنَّ النَّبِیَّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ قَالَ: "جَاھِدُوا الْمُشْرِکِیْنَ بِاَمْوَالِکُمْ وَ اَنْفُسِکُمْ وَ اَلْسِنَتِکُمْ۔" رواہ ابو داؤد باسناد صحیح۔

ترجمہ:۔ حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے۔ بیان کرتے ہیں۔ کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ مشرکین سے جہاد کرو، اپنے مالوں اور اپنی جانوں اور اپنی زبانوں کے ذریعہ سے۔

(ف) حدیث میں تین طرح سے جہاد کرنے کو فرمایا گیا ہے۔ سو جان اور مال کے ساتھ تو جہاد کرنا ظاہر ہے اور زبان کا جہاد کرنا یہ ہے کہ ان کے بتوں کی اور ان کے دین باطل کی مذمت اور برائیاں بیان کرے اور ان کے ذلیل و خوار ہونے کے بد دعا کرے اور ان کو ڈرائے۔ اور خوف زدہ کرے۔ غرضیکہ جس قدر زبان سے جہاد کر سکے۔ تو کم از کم یہی کرے۔

عَنْ اَبِیْ عَمْرٍو، وَیُقَالُ اَبُوْ حَکِیْمٍ النُّعْمَانِ بْنِ مُقَرِّنٍ رَضِیَ اللّٰہُ عَنْہُ قَالَ: شَھِدْتُّ رَسُوْلَ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ اِذَا لَمْ یُقَاتِلْ مِنْ اَوَّلِ النَّھَارِ اَخَّرَ الْقِتَالَ حَتّٰی تَزُوْلَ الشَّمْسُ وَ تَھُبَّ الرِّیَاحُ، وَیَنْزِلَ النَّصْرُ۔ رواہ ابو داؤد والترمذی و قال حدیثٌ حسنٌ صحیح۔

ترجمہ:۔ حضرت ابو عمرو یا ابو حکیم نعمان بن مقرن رضی اللہ عنہ سے روایت ہے بیان کرتے ہیں کہ میں (جہاد میں) رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ حاضر ہوا جب آپ دن کے ابتدائی حصہ میں قتال نہ کرتے تو قتال کو مؤخر کرتے یہاں تک کہ سورج ڈھل جاتا۔ اور ہوائیں چل جاتیں اور (اللہ تعالیٰ کی طرف سے) مدد نازل ہو جاتی۔

عَنْ اَبِیْ ھُرَیْرَۃَ رَضِیَ اللّٰہُ عَنْہُ قَالَ: قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ: لَا تَتَمَنَّوْا لِقَآءَ الْعَدُوِّ فَاِذَا لَقِیْتُمُوْھُمْ فَاصْبِرُوْا (متفق علیہ)

ترجمہ:۔ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے۔ بیان کرتے ہیں۔ کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ دشمن سے مقابلہ کی تمنا نہ کرو۔ لیکن جب مقابلہ ہو جائے تو (ان کے مقابل) جمے رہو۔

عَنْ اَبِیْ ھُرَیْرَۃَ رَضِیَ اللّٰہُ عَنْہُ قَالَ: قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ: اَلشُّھَدَآءُ خَمْسَۃٌ اَلْمَطْعُوْنُ وَالْمَبْطُوْنُ، وَالْغَرِیْقُ وَ صَاحِبُ الْھَدْمِ، وَالشَّھِیْدُ فِیْ سَبِیْلِ اللّٰہِ۔ (متفق علیہ)

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے۔ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا ہے۔ کہ شہداء پانچ ہیں (۱) طاعون والا (۲) ہیضہ والا (۳) غرق ہو جانے والا (۴) کسی دیوار وغیرہ کے نیچے دب کر مر جانے والا (۵) اور خدا کے راستہ میں شہید ہو جانے والا۔

عَنْ اَبِیْ ھُرَیْرَۃَ رَضِیَ اللّٰہُ عَنْہُ قَالَ: قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ "مَا تَعُدُّوْنَ الشُّھَدَآءَ فِیْکُمْ؟" قَالُوْا: یَا رَسُوْلَ اللّٰہِ مَنْ قُتِلَ فِیْ سَبِیْلِ اللّٰہِ فَھُوَ شَھِیْدٌ۔ قَالَ "اِنَّ شُھَدَآءَ اُمَّتِیْ اِذًا لَقَلِیْلٌ!" قَالُوْا: فَمَنْ یَا رَسُوْلَ اللّٰہِ، قَالَ: "مَنْ قُتِلَ فِیْ سَبِیْلِ اللّٰہِ فَھُوَ شَھِیْدٌ، وَ مَنْ مَاتَ فِیْ سَبِیْلِ اللّٰہِ فَھُوَ شَھِیْدٌ وَ مَنْ مَاتَ فِی الطَّاعُوْنِ فَھُوَ شَھِیْدٌ، وَ مَنْ مَاتَ فِی الْبَطْنِ فَھُوَ شَھِیْدٌ، وَالْغَرِیْقُ شَھِیْدٌ"۔

(رواہ مسلم)

ترجمہ:۔ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے۔ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ تم آپس میں شہداء کن لوگوں کو شمار کرتے ہو۔ صحابہؓ نے عرض کیا جو اللہ تعالےٰ کے راستے میں قتل کر دیا جائے وہی شہید ہے۔ آپ نے فرمایا۔ پھر تو میری امت کے شہداء بہت کم ہوں گے۔ صحابہؓ نے عرض کیا۔ کہ یا رسولؐ اللہ! پھر وہ کون لوگ ہوں گے آپؐ نے فرمایا۔ جو اللہ تعالےٰ کے راستے میں قتل ہو جائے وہ تو شہید ہے ہی، اور جو خدا تعالےٰ کے راستہ میں اپنی موت سے مر جائے وہ بھی شہید ہے اور جو طاعون میں مر جائے وہ بھی شہید ہے اور جو ہیضہ میں مر جائے وہ بھی شہید ہے اور غرق ہو جانے والا بھی شہید ہے۔

عَنْ عَبْدِ اللّٰہِ بْنِ عَمْرِو بْنِ الْعَاصِ رَضِیَ اللّٰہُ عَنْھُمَا قَالَ: قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ، "مَنْ قُتِلَ دُوْنَ مَالِہٖ فَھُوَ شَھِیْدٌ"۔ (متفق علیہ)

ترجمہ:۔ حضرت عبداللہ بن عمرو بن العاص رضی اللہ عنہما سے روایت ہے۔ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا ہے جو اپنے مال کی حفاظت میں قتل کر دیا جائے وہ بھی شہید ہے۔

ایڈیٹر
مناظر حسین نظر
ٹیلیفون
۶۷۵۴۵

خدام الدّین

سالانہ
گیارہ روپے
ششماہی
چھ روپے

جلد: ۱۱ | ۲۴ صفر المظفر ۱۳۸۵ھ مطابق ۲۵ جون ۱۹۶۵ء | شمارہ: ۶

انتہائی اشتعال انگیز

امریکی رسالہ "لائف" کے بائیبل نمبر میں ایک مصوّر سرگذشت شائع کی گئی ہے جس میں دکھایا گیا ہے کہ خدا حضرت آدم علیہ السلام کی پسلی کا اپریشن کر کے اس میں سے حضرت حوّا کو پیدا فرما رہے ہیں۔

دوسری تصویر میں حضرت حوّا کو (نعوذ باللہ) پوری طرح برہنہ حالت میں حضرت آدمؑ کی پسلی سے باہر نکلتے دکھایا گیا ہے۔!

تیسری تصویر میں حضرت آدمؑ و حوّاؑ کو ایک پھل سے روکا گیا ہے کہ اس کے قریب نہ جانا۔ چوتھی تصویر میں ایک "سانپ نما" شیطان حضرت حوّا کو پھسلا رہا ہے اور پانچویں میں حضرت آدم و حوّاؑ جنّت سے باہر نکلتے دکھائی دیتے ہیں۔ اور دو فرشتے بھی ان کے پیچھے ہیں۔! اس سے آگے دنیا کا منظر ہے۔

دنیا میں امریکہ ہی واحد ملک ایسا ہے جہاں کے اخبارات و رسائل میں آئے دن اسلام کی قابلِ صد تکریم اور مقدس ہستیوں بالخصوص خاتم الانبیاء حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی ذاتِ اقدس کی فرضی تصاویر شائع ہوتی رہتی ہیں۔ اور دنیا کے مختلف ممالک کے مسلمان ان اخبارات و رسائل کی اشتعال انگیز عبارات کے خلاف صدائے احتجاج بھی بلند کرتے رہتے ہیں۔ بایں ہمہ ان رسائل کا یہ مسلسل اقدام اس بات کی واضح دلیل ہے کہ یہ جسارت نادانستہ نہیں بلکہ ایک سوچے سمجھے منصوبہ کے تحت دیدہ دانستہ کی جاتی ہے۔ اور اہلِ اسلام کے نازک جذبات کو مجروح کرنے اور انہیں اشتعال دلانے کے سوا ان کا اور کوئی مقصود نہیں ہے۔ مزید براں دنیا بھر کے عیسائیوں نے اسلام اور اہلِ اسلام کے خلاف بڑا جارحانہ اور معاندانہ رویہ اختیار کر لیا ہے۔ اب اسلام اور مسلمانوں کی ادنیٰ برتری اور بالادستی ان کے ہاں ناقابلِ برداشت ہو گئی ہے۔ گذشتہ دنوں سیاہ فام نو مسلم محمد علی کلے نے جب ایک سفید فام عیسائی (لسٹن) کو بُری طرح شکست دی تو محمد علی کلے کی جرأت، بہادری اور فنّی اعتبار سے اس کی ماہرانہ چابک دستی کا صدقِ دل سے اعتراف کرنے کے بجائے دنیائے عیسائیت نے خفت و ندامت کے پسینہ میں شرابور ہو کر الٹا محمد علی کو کوسنا شروع کر دیا۔! صرف اس لئے کہ محمد علی مقابلہ سے پیشتر یہ اعلان کر چکا تھا کہ میں خداوند قدوس اور اس کے آخری رسولؐ پر ایمان رکھتا ہوں۔! خداوند تعالیٰ نے مجھے اس قدر قوّت و طاقت عطا فرمائی ہے کہ دنیا کا کوئی بھی شہ زور میرے مقابلہ کی تاب نہیں لا سکتا ہے۔ چنانچہ یہی ہوا کہ اسلام کے اس مایۂ ناز فرزند نے باطل کا کوہِ گراں چشم زدن میں ریزہ ریزہ کر کے اسلام اور مسلمانوں کی عظمت و شوکت کا جھنڈا گاڑ دیا۔

محمد علی کے قابلِ صد رشک محاسن و کمالات کو دادِ تحسین و آفرین دینے کے بجائے امریکہ کے تمام اخبارات و رسائل اور وہاں کی مختلف عیسائی تنظیموں نے اس پر اپنے شدید غم و غصہ اور برہمی کا اظہار کرتے ہوئے آئندہ کے لیے ایسے مقابلہ کے بائیکاٹ کا مطالبہ کیا۔

یہ احوال و کوائف اس بات کے شاہد ہیں کہ اب عیسائی اخبارات اور اداروں نے اہلِ اسلام کے خلاف اپنا زبردست محاذ قائم کر لیا ہے۔! چنانچہ "لائف" کا یہ شمارہ (بائبل نمبر) بھی اسی سلسلہ کی ایک کڑی ہے۔ سوال یہ ہے کہ مسلمانوں کے نازک جذبات و احساسات کا علم رکھنے کے باوجود پھر اس طرح کی اشتعال انگیز حرکات کیوں کی جاتی ہیں؟ کیا امریکی، برطانوی اور دیگر ممالک کے عیسائی ادارے اہلِ اسلام کے ایمان کا اندازہ کرنا چاہتے ہیں۔؟ اور کیا وہ اس گئے گذرے زمانہ میں مسلمانوں کی حرارتِ ایمانی اور غیرتِ اسلامی کا مظاہرہ دیکھنا چاہتے ہیں اگر ان جسارتوں کے محرکات یہی ہیں تو ان عیسائی اداروں اور اخبارات و رسائل کو یہ یاد کر لینا چاہیے کہ اس معاملہ میں ایک کمزور سے کمزور اور بظاہر ادنیٰ سے ادنیٰ مسلمان کے جذبات و احساسات بھی بڑے ہی نازک واقع ہوئے ہیں۔ وہ مادی اور جسمانی نقصانات برداشت کرنے میں بڑے وسیع القلب اور بلند حوصلہ واقع ہوئے ہیں لیکن وہ یہ قطعاً برداشت نہیں کر سکتے کہ اسلام اور اس کی مقدّس ترین شخصیات کی ذواتِ گرامی کی شانِ اقدس میں کسی نوعیت کی ادنیٰ سی گستاخی بھی کی جائے۔

ان عیسائی اخبارات کو اگر یقین نہ آئے تو ذرا تاریخ کے صفحات کی ورق گردانی کی زحمت گوارا کر لیں اور ذرا غور کر کے دیکھیں کہ اسلام کی مقدس شخصیّات کی شانِ اقدس میں گستاخانہ جسارت کرنے والوں کا حشر کیا ہوا ہے؟ اور کیا انہوں نے وقتی مصلحتوں اور حالات کے تقاضوں کو بالائے طاق رکھ کر اسلام کی عزت و عظمت کا تحفظ کرنے میں شاندار روایات قائم نہیں کی ہیں؟ اگر یہ صحیح ہے تو پھر اسلام کے خلاف معاندانہ رویہ اختیار کرنے والوں کو اپنی اشتعال انگیز حرکات سے باز آ جانا چاہیے۔ اور آئندہ ایسا اقدام نہ کرنا چاہیے جس سے اہلِ اسلام کے نازک جذبات مجروح ہو سکتے ہوں اگر عیسائی اخبارات یہ کہہ کر معاملہ کی سنگینی کم کرنے کی کوشش کریں کہ عیسائیت میں مختلف بزرگوں کی تصاویر شائع کرنا کوئی جرم نہیں ہے اور انہوں نے حضرت آدم و حوّا یا خداوند تعالیٰ کی تصویر (نعوذ باللہ) اسی جذبہ کے تحت شائع کی ہے۔ تو ان کے مقابلہ میں (خدا نہ کرے) کوئی شخص حضرت مسیحؑ کی ذاتِ گرامی کے بارے میں اگر کوئی قابلِ اعتراض تصویر شائع کر دے جو خود مذہب عیسائیت کی پوری طرح عکاسی ہو تو کیا یہ صورتِ حال قابلِ برداشت ہو گی۔؟

یہ آدٹ؟

"لائف" نے حضرت آدم علیہ السّلام کی پسلی کا اپریشن کرتے وقت خدا تعالیٰ کی جو فرضی تصویر شائع کی ہے وہ حضرت مسیحؑ سے متشکل ہے۔ اگر حضرت حوّا کو "مسیح خدا" نے پیدا کیا ہے۔ (باقی ص ۱۵ پر)

مجلس ذکر: ۱۶ر صفر المظفر ۱۳۸۵ھ مطابق ۱۷ر جون ۱۹۶۵ء

وظیفہ و دعا قبول نہ ہونے کی وجہ

از: حضرت مولانا عبید اللہ صاحب انور مدظلہ العالی

مرتبہ: خالد سلیم

الحمد للہ وکفٰی وسلامٌ علٰی عبادہ الذین اصطفٰی: اما بعد: فاعوذ باللہ من الشیطٰن الرجیم: بسم اللہ الرحمٰن الرحیم:-

اذان ہو گئی ہے - اور اذان تک ہی ہمارا وقت ہوتا ہے - لیکن حضرتؒ کے نقش قدم پر اصلاح حال کے لئے تھوڑے وقت میں کچھ عرض کرتا ہوں - الحمد للہ خدام الدین دور دراز کے مقامات میں بھی بڑے شوق و محبت سے پڑھا جاتا ہے اکثر حضرات اُس کے پشتو اور سندھی زبان میں ترجمہ کر کے لوگوں کو سناتے ہیں - اس میں قصے کہانیاں تو ہوتی نہیں اصلاح حال کے لئے مضامین ہوتے ہیں۔

محترم حضرات! آج بڑے بڑے وظیفے کرنے کے باوجود مقاصد میں کامیابی نہیں ہوتی۔ کام حسب منشا نہیں ہوتا معاملہ صفر رہتا ہے - اس کی اصل وجہ تو اللہ تعالیٰ کے علم میں ہے - لیکن حضرتؒ فرمایا کرتے تھے کہ وظیفے اور دعائیں کرنے کے باوجود مقاصد میں کامیابی نہ ہونے کی ۹۹ فیصد وجہ یہ ہے کہ خورد و نوش حرام اور مشتبہ ہے - چونکہ اللہ تعالیٰ پاک ہے اور وہ پاک چیزوں ہی کو قبول کرتا ہے - حقیقت بھی یہی ہے کہ کوشش و محنت کے باوجود مقاصد میں ناکامی کی وجہ حرام خورد و نوش ہے ہمارے معاملات لین دین، رسم و رواج سب غیر اسلامی ہیں - ہماری نشست و برخاست ہی غلط ہے - قدم قدم پر نافرمانیاں کرتے ہیں - سودی کاروبار میں مبتلا ہیں - (اِلّا ما شاء اللہ)

چنانچہ جب ہمارا اللہ تعالیٰ سے معاملہ درست ہی نہیں ہے تو ہمیں کامیابی اور چین و اطمینان کیسے نصیب ہو - ایسے حالات میں ہماری ساری کوششیں، وظائف و اوراد سب بے کار ثابت ہوں گے - جس طرح بغیر وضو کے لاکھ نمازیں پڑھیں - کوئی نماز قبول نہ ہوگی - اسی طرح حرام و مشتبہ خورد و نوش، سر سے پاؤں تک نافرمانی اور سرکشی، ناجائز تجارت، سودی کاروبار وغیرہ کی وجہ سے نہ نماز و دعا قبول ہوگی نہ وظائف کا اثر ہوگا اور نہ ہی مقاصد میں کامیابی ہو گی -

وظائف و اوراد کا اثر تب ہوگا دعا تب قبول ہوگی - جب حلال خورد و نوش ہو گی - عقائد درست ہوں گے، کاروبار اور تجارت اسلامی طریقہ پر ہو گی - کسی پر ظلم و زیادتی نہ کریں گے - لیکن اگر ان چیزوں کی کوئی پروا نہ کی - نافرمانیاں بدستور کرتے رہے - اللہ تعالیٰ کے احکامات کی کوئی پروا نہ کی اور ساتھ دعا و وظیفے بھی کرتے رہے تو اس کی مثال ایسی ہے جیسے "انھی پینڈی گئی تے کتی کھاندی گئی" (اندھی پیستی رہی اور کتیا کھاتی گئی) یا اس حمام جیسی جس کا نچلا نل کھلا ہوا ہو اور اس کو پانی ڈال کر بھرنے کی کوشش کی جائے -

معزز حاضرین! نہایت ضروری ہے کہ ہم اللہ تعالیٰ کے ساتھ اپنا تعلق ٹھیک رکھیں - دنیا چند روزہ ہے - اس کو اللہ تعالیٰ کی مرضی کے مطابق گذاریں حلال رزق کمانے اور کھانے کی کوشش کریں - بیعت کے وقت حضرتؒ ۳ باتوں کی نصیحت فرمایا کرتے تھے -

۱ - نماز پنجوقتہ ادا کرنا (۲) کسی مسلمان کا دل نہ دکھانا (۳) ذکر اللہ کو پابندی سے کرتے رہنا -

قرآن مجید میں اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں :-

یَا اَیُّھَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا ــــ تا ــــ وَکَانَ ذٰلِکَ عَلَی اللّٰہِ یَسِیْرًا - پ ۵ - ع ۱

ترجمہ :- اے ایمان والو! نہ کھاؤ مال ایک دوسرے کے آپس میں ناحق - مگر یہ کہ تجارت ہو آپس کی خوشی سے اور نہ خون کرو آپس میں - بے شک اللہ تم پر مہربان ہے - اور جو کوئی یہ کام کرے تعدی اور ظلم سے تو ہم اس کو ڈال دیں گے آگ میں اور یہ اللہ پر آسان ہے -

اِنْ تَجْتَنِبُوْا ــــ تا ــــ مُّدْخَلًا کَرِیْمًا

(پ ۵ - ع ۱)

ترجمہ :- اگر تم بچتے رہو گے ان چیزوں سے جو گناہوں میں بڑی ہیں - تو ہم معاف کر دیں گے تم سے چھوٹے گناہ تمہارے اور داخل کریں گے تم کو عزت کے مقام میں -

مطلب یہ ہے کہ کسی کو کسی کا مال ناحق کھا لینا مثلاً جھوٹ بول کر یا دغابازی سے یا چوری سے ہرگز درست نہیں - ہاں اگر سوداگری یعنی بیع و شراء کرو تم باہمی رضامندی سے تو اس میں کچھ حرج نہیں - اس مال کو کھا لو -

جس کا خلاصہ یہ نکلا کہ جائز طریقہ سے لینے کی ممانعت نہیں - جو مال کو ترک کرنا تم پر دشوار ہو - آگے فرماتے ہیں کہ آپس میں ایک دوسرے کو قتل بھی مت کرو - بے شک اللہ تعالیٰ تم پر مہربان ہے - کہ بلا وجہ کسی کے مال یا جان میں تصرف کرنے کو منع فرمایا - اور تم پر ایسے احکام بھیجے جن میں سراسر تمہارے لئے بہبودی اور خیریت ہے - اور اگر کوئی ظلم یا زیادتی سے باز نہ آئے - بلکہ ناحق اوروں کا مال کھائے یا ظلماً کسی کو قتل کر ڈالے تو اس کا ٹھکانا دوزخ ہے - اور ایسے ظالموں کو آگ میں ڈال دینا خدا تعالیٰ کو دشوار نہیں - بالکل سہل اور آسان ہے - تو اب کوئی یہ نہ سمجھ بیٹھے کہ ہم تو مسلمان ہیں دوزخ میں کیسے جا سکتے ہیں - اللہ تعالیٰ مالک و مختار ہے اس کو عدل و انصاف سے کون چیز روک سکتی ہے -

پہلی آیت میں فرمایا کہ جو کوئی ظلماً کسی کے مال و جان کو نقصان پہنچائے گا تو اس کی سزا جہنم ہے - جس سے معلوم ہو گیا - کہ حق تعالیٰ کی نافرمانی بندہ کے لئے موجب عذاب ہے - اب اس آیت میں گناہوں سے بچنے کی ترغیب اور گناہوں سے اجتناب کرنے پر وعدۂ مغفرت اور جنت کی توقع اور طمع دلائی جاتی ہے تاکہ اس کو معلوم کر کے ہر ایک آدمی گناہوں سے احتراز کرنے میں کوشش

(باقی صفحہ ۱۷)

خطبہ جمعہ :- ۱۸ جون ۱۹۶۵ء ۱۰ صفر المظفر ۱۳۸۵ھ

اسلامی نکاح

سکون و راحت کا پیغام لاتا ہے
اور
احکامِ اسلامی کے خلاف شادیاں بربادیاں لاتی ہیں

از مولانا عبید اللہ انور مدظلہ العالی

الحمد للہ وکفیٰ وسلامٌ علیٰ عبادہ الذین اصطفیٰ اما بعد۔ فاعوذ باللہ من الشیطٰن الرجیم بسم اللہ الرحمٰن الرحیم۔

وَمِنْ اٰیٰتِہٖٓ اَنْ خَلَقَ لَکُمْ مِّنْ اَنْفُسِکُمْ اَزْوَاجًا لِّتَسْکُنُوْٓا اِلَیْہَا وَجَعَلَ بَیْنَکُمْ مَّوَدَّۃً وَّ رَحْمَۃً ط

(پارہ ۲۱ - س الروم رکوع ۲)

ترجمہ :۔ اور اس کی نشانیوں میں سے یہ بھی ہے کہ تمہارے لیے تمہیں میں سے بیویاں پیدا کیں تاکہ اُن کے پاس چین اور سکون سے رہو اور تمہارے درمیان محبت اور مہربانی پیدا کر دی۔

بزرگان محترم! قرآن عزیز نے اس آیت کریمہ میں ازدواجی فلسفہ کی روح کھینچ کر رکھ دی ہے۔ مودۃ و رحمۃ اور لتسکنوا کے الفاظ کتنے جامع اور پُر معنی ہیں۔ ایک غیر عورت گھر میں آکر رکنِ خاندان اور عزیز بن جاتی ہے اور عزیزوں کی طرح ورثہ میں شریک ہو جاتی ہے۔ یہ رحمت ہے۔ رشتہ داروں میں کوئی بڑا ہوتا ہے اور کوئی چھوٹا بڑے کا ادب کرنا پڑتا ہے اور چھوٹوں پر بزرگانہ نظر رکھنی پڑتی ہے۔ گویا رشتہ داری کے اعتبار سے ہر حال میں تکلف برتنا پڑتا ہے۔ لیکن دوستی میں محبت، ہمدردی اور بے تکلفی تینوں چیزیں جمع ہوتی ہیں۔ پھر دوستی اور گہری دوستی یہ مودت ہے۔

"لتسکنوا الیہا" سے انتہائی سکھ اور چین مراد ہے۔ اور ظاہر ہے جب میاں بیوی دونوں میں عزیزانہ تعلقات بھی قائم ہوں گے اور انتہائی دوستانہ بھی تو زندگی میں پورا عیش و سرور ہوگا۔

شوہر کی اطاعت

رہ گئی شوہر کی اطاعت تو وہ انتظام خانہ داری کے لئے ہے۔ ہر مجلس کا ایک صدر ہوتا ہے۔ گھر کا صدر مرد ہے اسلامی بیوی عیسائی بیوی کی طرح بے دست و پا اور نام تک کے لئے مرد کی محتاج نہیں اور نہ ہندو بیوی کی طرح پوری زندگی میں غلام ہی رہتی ہے کہ اسے بڑھاپے میں اولاد کے ماتحت اور زیر نگرانی رہنا پڑتا ہے، نہ مہر ہے نہ وراثت میں حصہ اور نہ نباہ ہونے کی صورت میں علیحدگی کا کوئی امکان۔ اسلامی بیوی نام کے سلسلے میں مرد کی محتاج نہیں۔ اُس کا اپنا نام ہے۔ وہ ایک طرف اگر شوہر کی محکوم ہے تو ہر قسم کے مساوی حقوق بھی رکھتی ہے — وراثت میں بھی شریک ہے، مہر کی بھی حقدار ہے اور اپنی اولاد اور گھر پر پوری حکمران بھی ہے۔ پھر شوہر سے نباہ ناممکن ہو جانے کی صورت میں وہ خلع حاصل کر سکتی ہے اور اپنے آرام و آسائش کے لئے دوسرا عقد کرنے میں مختار ہے اپنی جائیداد کا انتظام خود کر سکتی ہے۔ بیع و شرا میں مختار ہے۔ قرآن عزیز مرد کو یہ بتا کر کہ میاں بیوی میں جسم و لباس کا چولی دامن کا ساتھ ہے۔ اس کے ساتھ بہترین سلوک کا بھی حکم دیا ہے اور اس طرح اسلام نے میاں بیوی کے رشتہ کو مطلع انوار بنا دیا ہے۔ لیکن یہ بات بھی

یاد رکھئے

کہ یہ رشتہ صرف اسی صورت میں مطلع انوار اور راحت و سکون کا گہوارہ ہوگا کہ جب ازدواجی تعلقات کتاب و سنت کی روشنی میں قائم کئے جائیں اور میاں بیوی اسلامی احکام کے مطابق زندگی گذاریں۔ اگر میاں بیوی خدا اور رسول کے احکام کے خلاف چلیں گے اور شادی بیاہ کی رسوم غیر اسلامی ہوں گی تو اس کا لازمی نتیجہ یہ ہوگا کہ گھر کا چین و سکون لٹ جائے گا اور یہ رشتہ بجائے مطلع انوار ہونے کے سرچشمہ ظلمت بن جائے گا —

سنّت پر عمل سے رحمتیں نازل ہوتی ہیں

مسلمان ہونے کی حیثیت سے ہمارا یہ ایمان ہے کہ اللہ تعالیٰ جل شانہٗ کو فقط حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا طریقہ محبوب ہے جو شخص حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے طریقہ پر چلے گا عند اللہ مقبول ہوگا اور جو حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے طریقے کے خلاف چلے گا مردود ہوگا۔ اللہ اور رسول کے حکم کے مطابق جو کام کیا جائے اُس میں برکت ہوتی ہے اور اس پر رحمتوں کا نزول ہوتا ہے اور جو کام خدا و رسول کے احکام کے خلاف کیا جائے اس میں بے برکتی ہوتی ہے اور اور اُس پر اللہ جل شانہٗ کی لعنت برستی ہے چنانچہ اسی کلیہ کی بنا پر یہ بات ہر گھڑی ذہن میں رکھئے کہ جب شادی بیاہ کی تمام رسوم احکام خداوندی کے مطابق اور سنت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی روشنی میں ادا کی جائیں گی تو اس شادی پر خدا کی رحمتوں کا نزول ہوگا۔ یہ رشتہ عند اللہ مقبول ہوگا اور اس کے نتیجہ میں میاں بیوی سکھ اور راحت کی زندگی بسر کریں گے انہیں اطمینانِ قلب کی دولت نصیب رہے گی اور ازدواجی تعلقات اللہ کے فضل و کرم سے خوشگوار طور نبھتے چلے جائیں گے۔ اس کے برعکس اگر شادی بیاہ کی رسمیں خلاف سنّت ادا کی گئیں۔ خدا کے احکام کی نافرمانی کی گئی تو اس موقع پر اللہ کی لعنتیں برسیں گی۔ خدا کا غضب بھڑکے گا اور یہ رشتہ مردود ہوگا جس کے نتیجہ میں میاں بیوی سکون و راحت سے محروم رہیں گے۔ ازدواجی تعلقات میں خرابی پڑتی رہے گی۔ باہمی محبت و اعتماد کی فضا قائم نہ رہ سکے گی، اطمینانِ قلب ناپید ہوگا اور گھر ہمیشہ کے لئے جہنم کا نمونہ پیش کرے گا۔ کیونکہ ہمارا یقین ہے کہ جس کام کی ابتداء ہی خلافِ سنت طریق پر کی گئی ہو اُس کا انجام کسی صورت میں بہتر نہیں ہو سکتا۔ ہاں اگر کوئی شخص توبہ کرلے اور اللہ جل شانہٗ راضی ہو کر اُسے معاف فرما دیں تو اور بات ہے۔

محترم حضرات!

اس کے علاوہ اگر آپ دُنیوی اعتبار سے بھی سوچیں اور اسلامی نکاح کی سادگی کو سامنے رکھیں تو یہ ماننا پڑے گا کہ اس میں مخلوق خدا کے لئے فائدے ہی فائدے ہیں

اور انسان شادی بیاہ کی رسوم کو سنت کے مطابق ادا کرنے سے ہزاروں قسم کی قباحتوں، مصیبتوں، نقصانات اور تباہیوں سے بچ جاتا ہے۔ بے جا اخراجات، قرضہ کی لعنت، ناک اونچا کرنے کی غرض سے مختلف رسوم کی ادائیگی، ضرورت سے زیادہ جہیز کی فراہمی اور اس قسم کی کئی خرافات جو زندگی بھر کے لئے انسان کو تباہ و برباد کرکے رکھ دیتی ہیں انسان ان سے نجات پا جاتا ہے۔

نکاح

ویسے یہ امر مسلمہ ہے کہ قدرت نے ہر زن و مرد میں جنسی میلان کی ناقابلِ ضبط قوت عطا فرمائی ہے اور دونوں کی یکجائی لازمی اور ناگزیر ہے، جس کی دو ہی صورتیں ہو سکتی ہیں، نکاح یا زنا ــــ نکاح مبارک اور صحت و سرور ہی کا نہیں توالد و تناسل اور بقائے نسل کا بھی ضامن ہے اور زنا بالکل اس کی ضد ہے۔ چنانچہ زنا کو روکنے کے لئے شریعت نے بلوغ کے نکاح کو مستحسن قرار دیا اور اس کی بھی اجازت دی کہ نکاح سے پیشتر دونوں ایک دوسرے کو دیکھ سکیں تاکہ بعد میں ناخوشگواری کی صورت پیدا نہ ہو۔ اس کے بعد بھی اگر کوئی صورت ناگواری کی پیدا ہو جائے اور نباہ کی صورت باقی نہ رہے تو ایک دوسرے سے علیحدہ ہو کر دونوں اپنی راحت و عافیت کی دوسری جائز راہ پیدا کر سکتے ہیں۔ یہ تمام آسانیاں شریعت نے صرف اس لئے رکھی ہیں کہ لوگ زنا سے محفوظ رہ کر اپنی صحت کو تباہ ہونے سے بچائیں۔ اور امن عامہ میں بھی خلل نہ آئے۔ چنانچہ ظاہر ہے نکاح میں جتنی آسانیاں ہوں گی زنا کے امکانات اتنے ہی معدوم ہوتے جائیں گے۔

نکاح میں آسانیاں

مسلمانوں میں نکاح کا طریقہ بھی بہت سادہ ہے۔ دو گواہوں کے سامنے فریقین یا وکلائے فریقین نے ایجاب قبول کر لیا اور نکاح ہو گیا۔ رہا خطبۂ نکاح تو وہ سنت ہے اور برکت کے لئے پڑھا جانا لازمی ہے۔ دلہن بیاہ کے لانے پر حسب حیثیت ولیمہ کر دیا جائے اس میں بھی تکلفات میں پڑنے کی ضرورت نہیں اور ناک اونچا کرنے کے لئے فضول خرچی سراسر ناجائز ہے۔ صرف حیثیت کے مطابق دال روٹی کافی ہے۔ عیسائیوں کی طرح چرچ، پادری، رجسٹری، اور سرٹیفکیٹ کی کوئی ضرورت نہیں اور ہندوؤں کی طرح بیس ٹھاٹ کی برات اور پھیروں وغیرہ

کی کوئی حاجت نہیں۔ یہ سب مشرکانہ رسوم اور بے جا پابندیاں ہیں اور نکاح کی آسانیوں کی راہ میں مزاحم ہوتی ہیں۔

حضرت عبدالرحمٰن ابن عوف رضؓ کا واقعہ

حضرت عبدالرحمٰن ابن عوف رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے پنیر اور گھی کی تجارت سے بے اندازہ دولت کمائی اور جب وسعت ہوئی تو چپ چپاتے ایک انصاری عورت سے شادی کر لی حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے کپڑوں سے خوشبو آتی دیکھ کر پوچھا کہ کیا شادی کر لی ہے؟ عرض کیا "جی ہاں شادی کر لی ہے"۔ اس پر حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: "اچھا! ولیمہ کر دینا خواہ وہ ایک بکری ہی کا ہو"۔ چنانچہ اس واقعہ سے ثابت ہوتا ہے کہ عہدِ اوّل میں اسی خاموشی اور آسانی سے نکاح ہو جاتے تھے اور لغویات کو ان میں ذرا دخل نہ تھا۔ یہ برات، گانے بجانے، سہرا باندھنے، گھوڑے پر چڑھنے لاگ وغیرہ دینے اور دوسری خرافات سب مشرکانہ اور غیر اسلامی طریقے ہیں۔ اور ان کی وجہ سے نکاح میں مشکلات پیدا ہوتی ہیں۔ دوسری طرف غیر ضروری جہیز وغیرہ کا انتظام اور لڑکی کے لئے رخصتی کے وقت بیش قیمت چیزوں کا اہتمام بھی قطعی ناجائز اور ہندوانہ رسومات کا حصہ ہے، جسے اسلام کے ساتھ کوئی تعلق نہیں۔ اگر غور سے حالات کا مطالعہ کیا جائے تو آپ کو نظر آئے گا کہ صرف اسی بنا پر کہ والدین بچی کے لئے جہیز اور دوسری غیر ضروری چیزوں کا انتظام نہیں کر سکتے۔ اکثر لڑکیاں بڑی بڑی عمروں میں شادی کے بغیر گھروں میں بیٹھی ہیں اور ان کے والدین گنہگار ہو رہے ہیں۔ اکثر والدین ایسے بھی ہیں جو برادری میں ناک اونچا کرنے کی خاطر اور اپنی بچیوں کے گھر آباد کرنے کے لئے قرضہ کا شکار ہو جاتے ہیں اور پھر تمام عمر اس قرضہ کے بوجھ کے نیچے سے نہیں نکل سکتے۔ اسی طرح دوسری غیر اسلامی رسمیں اور رواج پورا کرنے کی غرض سے بھی قرضے لئے جاتے ہیں اور جائیدادیں بیچی جاتی ہیں جس کی وجہ سے ہزاروں گھرانے تباہ حال ہو گئے ہیں۔ یہی وجہ ہے کہ آج کل کی شادیاں۔ شادیاں نہیں بلکہ بربادیاں ہیں اور ان گنت گھر ٹھاٹ، دھوم دھام اور غیر اسلامی رسوم و رواج کو اپنانے کے باعث تباہ و برباد ہو گئے ہیں۔

شادی اور رسوم

عزیزانِ محترم! بیشتر لوگ سہرا اور گانا وغیرہ باندھنے کو شادی کا ضروری جزو قرار دیتے ہیں۔ اسی طرح دلہن کے سر پر سے پھول نچھاور کرنا یا کنگن باندھنا وغیرہ رسمیں ادا کرنا بھی لوازمات شادی میں سے گنتے ہیں اور ان کے نہ کرنے کو بدشگونی سے تعبیر کرتے ہیں۔ حالانکہ یہ سب رسوم قطعی ناجائز اور گناہ کا موجب ہیں۔ ان میں مشابہتِ ہنود پائی جاتی ہے اور انہیں اسلام سے دُور کا بھی کوئی تعلق نہیں۔

حضرت سید آدم بنوری رحمۃ اللہ علیہ

امام ربانی حضرت مجدد الف ثانی قدس سرہ العزیز کے خلیفۂ خاص یگانہ روزگار عالم اور عارف وقت ولی گذرے ہیں۔ انہوں نے لکھا ہے کہ ہندوستان کے اندر نکاح کے دوران جو رسوم ادا کی جاتی ہیں ان میں بعض بدعت ہیں اور بعض کفر ہیں کہ ان سے نکاح [illegible] ساقط ہو جاتا ہے اور ایسے نکاح سے جو اولاد پیدا [illegible] ہے وہ جائز عورت نہیں ہو سکتی۔ اللہ تعالیٰ ہمیں ہر قسم کے خرافات سے محفوظ رہنے کی توفیق عطا فرمائے آمین۔

ان رسوم کے علاوہ سرخ رنگ کے کپڑے اور ریشمی لباس بھی دولہا کے لئے پہننا ناجائز ہے دولہا کے پاؤں یا ہاتھ پر مہندی لگانا بھی بزرگوں نے حرام لکھا ہے۔ حجۃ اللہ فی الارض حضرت مولانا شاہ عبدالعزیز دہلوی رحمۃ اللہ علیہ نے آتشبازی چھوڑ کر مال کا ضائع کرنا اور بلا ضرورت گھوڑے پر سوار ہو کر شہر میں گشت کرنے کو بھی ممنوعات نکاح میں لکھا ہے۔ حق تعالیٰ شانہٗ نے بھی فرمایا ہے کہ:

تم ان لوگوں کی طرح نہ ہو جو اپنے گھر سے از راہِ تکبر اور محض نمود و نمائش کے لئے نکلتے ہیں ــــ چنانچہ باجوں کا بجانا، تماشا کرنے والیوں کا ساتھ ہونا، تزئین و آرائش کے لئے دیواروں کو کپڑوں سے ڈھکنا اور نکاح کے بعد اجنبی عورتوں کا دولہا کے پاس آنا، اس سے بات چیت کرنا، اس کی ناک اور کان کو ملنا، مصری کی ڈلی کا دلہن کے جسم پر رکھنا اور دولہا کو کہنا کہ وہ اسے اپنی زبان سے اٹھائے اور خلوت کے وقت کمرے کے گرد و پیش عورتوں کا جمع ہونا سب بدعات محرمہ ہیں۔ خود سرور انبیاء صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ باجے کا سننا گناہ ہے۔ اس میں بیٹھنا فسق ہے اور اس سے لذت حاصل کرنا کفر ہے۔ اور تو اور ایسی مجالس میں شریک ہونا بھی حرام ہے جو ممنوعات سے مملو ہوں۔ غرض اسلامی نکاح پوری سادگی کے ساتھ عمل

(باقی صفحہ ۱۵ پر)

مذہب اور سیاست

منیر احمد قادری

الحمد للہ وکفیٰ و سلامٌ عبادہ الذین اصطفیٰ۔ امابعد

برادرانِ اسلام! دنیا میں چند ایک ایسے مسائل ہیں جن میں لوگ مختلف رائے رکھتے ہیں اور اُن کا آج تک قطعی فیصلہ نہیں ہو سکا۔ ایسے مسائل کی دو چار مثالیں ضمناً عرض کرتا ہوں

(۱) پہلے مرغی تھی کہ انڈا۔
(۲) عالمِ اسباب قدیم۔ ہے یا متغیر۔
(۳) زمین ساکن۔ ہے یا چرخ (آسمان)

اس قسم کے کئی دیگر اختلافی مسائل پر کالجوں اور مجالسِ مذاکرات میں بحث و تکرار اور ڈی بیٹیس ہوتی رہتی ہیں ہر شخص اپنے دعویٰ کو صحیح ثابت کرنے کی کوشش کرتا ہے اور جب وہ کسی نتیجہ پر پہنچتا ہے دوسرا اس کی پُر زور تردید کر دیتا ہے اور معاملہ وہیں کا وہیں رہ جاتا ہے۔ قدیم فلسفیوں کے نزدیک زمین ساکن تھی اور آسمان چکر کاٹتا تھا۔ لیکن کافی عرصہ گزر جانے کے بعد جدید سائنسدانوں نے آسمانوں کے چکر کو غلط ٹھہرایا اور یہ ثابت کیا کہ زمین اپنے محور کے گرد گردش کرتی ہے۔ اور چرخ ساکن ہے۔

زمانہ کی رفتار کے ساتھ ایسے مسائل نئی صورت اختیار کر لیتے ہیں جس کی وجہ سے عوام الناس اپنے سابقہ فیصلہ پر نظرثانی کرنے کے لیے مجبور ہو جاتے ہیں۔ اسی طرح آج کل مذہب اور سیاست زیرِ تبصرہ ہے۔ کسی کے نزدیک مذہب اور سیاست ایک ہی ضابطہ ہے اور بعض حضرات کا حضرات کا خیال ہے کہ کہ مذہب کا سیاست سے کوئی تعلق نہیں۔ سیاست اور چیز ہے اور مذہب اور۔ اس مسئلہ میں اختلاف کوئی تعجب کی بات نہیں۔ کیونکہ جس طرح انسان رنگ اور شکل میں ایک دوسرے سے نہیں ملتا اس طرح کی فہم و ادراک بھی ایک دوسرے سے مختلف ہے۔ قرونِ اولیٰ کے محقق اور فقہاء کے نزدیک یہ کوئی پیچیدہ مسئلہ نہیں تھا مگر عصر حاضر کے علماء اور اکابر کے لیے نئی الجھن ہے۔

اندازِ بیاں گرچہ بہت شوخ نہیں ہے
شاید کہ اتر جائے تیرے دل میں میری بات

مذہب اور سیاست کے موضوع پر اختلاف کا حل ہمیں کہیں نہ کہیں سے تلاش کرنا ہوگا۔ بحیثیت مسلمان ہمارا اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول مقبول صلی اللہ علیہ وسلم پر پکا یقین ہے اور اس کی آخری کتاب اور احادیث رسول صلی اللہ علیہ وسلم ہمارے لیے محکم دستور العمل ہے۔ اسی بنا پر حضور پُر نور آقائے نامدار سرورِ کائنات فخر موجودات صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ میں تم میں دو چیزیں چھوڑ کر جا رہا ہوں۔ جب تک تم ان دو چیزوں کو مضبوط پکڑے رکھوگے ہرگز گمراہ نہیں ہوگے۔ اور وہ دو چیزیں اللہ کی کتاب اور اس کے رسول ؐ کی سنت ہیں۔ چنانچہ جو قوانین و ضوابط قرآن نے پیش کیے ہیں وہ اس قدر صحیح اور مکمل ہیں کہ آج کے علوم و فنون کی گرم بازاری اور انسانی عقل و خرد کی حیرت انگیز ترقی و بلند پروازی کے باوجود وہ کسی مرحلہ پر ناقابلِ عمل اور ناکام ثابت نہیں ہوگے۔ امیرالمومنین و امام المتقین سیدنا حضرت علی المرتضیٰ کرم اللہ وجہہٗ کی رائے میں قرآن علماء کی پیاس کے لیے سامانِ سیرابی ہے۔ اور فقہا کے دلوں کے لیے فصلِ بہار، وہ صلحاء کے لیے ایک جادۂ مستقیم ہے۔ اور اربابِ بحث و نظر کے لیے برہان قوی۔ وہ طلبہ علوم کے لیے علم کا انمول خزانہ ہے۔ اور اربابِ حکومت کے واسطے ایک محکم دستور اساسی وہ اصحابِ روایت کے لیے حدیث جانفزا ہے اور تشنگانِ تحقیق و جستجو کے لیے امید و رجاء کا سب سے بڑا سہارا۔ قرآن کریم کا یہ چیلنج ہے کہ کوئی تر و خشک چیز ایسی نہیں جو اس روشن کتاب میں درج نہ کی گئی ہو۔

وَمَا تَسۡقُطُ مِنۡ وَّرَقَةٍ اِلَّا يَعۡلَمُهَا وَلَا حَبَّةٍ فِىۡ ظُلُمٰتِ الۡاَرۡضِ وَلَا رَطۡبٍ وَّلَا يَابِسٍ اِلَّا فِىۡ كِتٰبٍ مُّبِيۡنٍ ۝ (سورۃ الانعام پارہ ۷ آیت ۵۹۔

ترجمہ:- اور (درخت پر سے) کوئی پتہ نہیں گرتا مگر اس کا بھی اُسے علم ہے اور کوئی دانہ زمین کی تاریکیوں میں نہیں گرتا نہ کوئی تر یا خشک چیز مگر یہ کہ وہ کتاب روشنی میں موجود ہے۔

دوسرے مقام پر ذات باری ارشاد فرماتے ہیں۔

فَاِنۡ تَنَازَعۡتُمۡ فِىۡ شَىۡءٍ فَرُدُّوۡهُ اِلَى اللّٰهِ وَالرَّسُوۡلِ اِنۡ كُنۡتُمۡ تُؤۡمِنُوۡنَ بِاللّٰهِ وَالۡيَوۡمِ الۡاٰخِرِ‌ ؕ ذٰ لِكَ خَيۡرٌ وَّاَحۡسَنُ تَاۡوِيۡلًا ۝ (سورۃ النساء پارہ ۵ آیت ۵۹۔

ترجمہ: (اے ایمان والو) پس اگر کسی بات میں اختلاف کرنے لگو تو پھر اللہ اور اس کے رسول کی طرف رجوع کرو اگر تم اللہ پر اور روزِ آخرت پر ایمان رکھتے ہو۔ یہی تمہارے لیے بہتر ہے اور اسی میں آخر کار خوبی ہے۔

ایسی روشن کتاب کے ہوتے ہوئے پھر کوئی وجہ نہیں کہ ہم اس اختلافی مسئلہ کا حل اس میں سے نہ ڈھونڈ سکیں۔ دیکھیے مذہب اور سیاست سے متعلق قرآن کریم نے واضح طور پر ہماری رہنمائی کی ہے۔

مذہب سے کیا مراد ہے

انسان کے عقائد، اعمال، عبادات، معاشرت، تہذیب و تمدن، نکاح و طلاق۔ بیع و شریٰ، تقسیم میراث اور شعبہ حیات کے تمام معاملات ضابطہ و دستور کا نام مذہب ہے۔ دنیا میں بہت سے مذاہب رائج ہوئے اور ان میں سے کئی ناپید ہو چکے ہیں اور کئی ابھی تک باقی ہیں ان تمام مذاہب کی صحیح گنتی دشوار ہے البتہ چند ایک مذاہب کے نام یہ ہیں:۔ اسلام سوشلزم، کیمونزم، ہندو ازم، بدھ مت، آریہ سماج وغیرہ۔ علیٰ ہذالقیاس جتنے بھی مذاہب ہیں اُن کے پیرو کار اپنے اپنے مذہب کو درست سمجھتے ہیں اور اس کی طرف دوسروں کو دعوت دیتے ہیں۔ لیکن مذہب مکمل اور مستحکم وہ ہے جو اللہ تعالیٰ کے نزدیک پسندیدہ اور ہمہ گیر ہو۔ چنانچہ قرآن کریم میں خالق کائنات کے پسندیدہ مذہب کا اظہار ان الفاظ میں کیا گیا ہے:۔

اِنَّ الدِّيۡنَ عِنۡدَ اللّٰهِ الۡاِسۡلَامُ
(سورۃ آل عمران پارہ ۳ آیت ۱۸)

ترجمہ:۔ بے شک اسلام ہی اللہ کے نزدیک دین (مذہب) حق ہے۔ جیسا کہ میں پہلے عرض کر چکا ہوں۔ اسلام کے علاوہ کئی اور مذاہب بھی ہیں تو پھر یہ سوال پیدا ہوتا ہے کہ اسلام کے علاوہ کسی اور مذہب کا متبع ہو کر انسان کامیاب و کامران ہو سکتا ہے یا نہیں اس کا جواب بھی اللہ تعالیٰ نے

خود ارشاد فرماتا ہے :-

(۱) وَمَنْ يَّبْتَغِ غَيْرَ الْاِسْلَامِ دِيْنًا فَلَنْ يُّقْبَلَ مِنْهُ ۚ وَهُوَ فِي الْاٰخِرَةِ مِنَ الْخٰسِرِيْنَ ۝ (سورۃ آل عمران پارہ ۳ آیت ۸۵)

ترجمہ :- اور جو اسلام کے سوا کسی دوسرے دین کا خواہاں ہو تو وہ اس سے کبھی قبول نہ کیا جائے گا اور آخرت میں وہ گھاٹے میں رہے گا

(۲) هُوَ الَّذِيْٓ اَرْسَلَ رَسُوْلَهٗ بِالْهُدٰى وَدِيْنِ الْحَقِّ لِيُظْهِرَهٗ عَلَى الدِّيْنِ كُلِّهٖ ۭ وَكَفٰى بِاللّٰهِ شَهِيْدًا ۝ (سورۃ الفتح پارہ ۲۶ آیت ۲۸)

ترجمہ :- (وہ (اللہ) وہی ہے جس نے اپنے رسولؐ کو ہدایت اور دین حق دے کر بھیجا ہے تاکہ اُسے تمام دینوں پر غالب ٹھہرائے اور یاد رکھو کہ حق کے اظہار کو، اللہ ہی کی شہادت کافی ہے۔

ان آیات کریمہ سے یہ بات روز روشن کی طرح واضح ہو گئی ہے کہ تمام مذاہب میں سے دین فطرت اور حق مذہب اسلام ہی ہے اور اسی مذہب پر لوگوں کو چلانے کے لئے تمام انبیاء علیہم السلام کو مبعوث فرمایا گیا۔ چنانچہ سیدنا آدم علیہ السلام نے بنی آدم کو اسی دین متین کی طرف بلانے کی ابتدا کی اور تمام پیغمبر یکے بعد دیگرے اسی پر قائم رہے اور اپنی اپنی امتوں کو اس پر چلنے کی تلقین کرتے رہے۔ یہاں تک کہ سید الثقلین نبی الحرمین امام الانبیاء خاتم الانبیاء والرسلؐ مبعوث فرمائے گئے اور آپؐ کے عہد میں دین فطرت کی تکمیل ہوئی اور تمام انعامات اور سب طرح کی نعمتوں سے اللہ تعالیٰ نے اپنے حبیب صلی اللہ علیہ وسلم کو نوازا۔

اَلْيَوْمَ اَكْمَلْتُ لَكُمْ دِيْنَكُمْ وَاَتْمَمْتُ عَلَيْكُمْ نِعْمَتِيْ وَرَضِيْتُ لَكُمُ الْاِسْلَامَ دِيْنًا ۭ (سورۃ المائدہ پارہ ۶ آیت ۳)

ترجمہ : (اے نبی آخر الزماں) آج کے دن میں نے تمہارے لیے تمہارا دین (مذہب) کامل کر دیا اور اپنی نعمت تم پر پوری کر دی اور تمہارے لیے دین اسلام کو پسند کیا۔

سیاست کسے کہتے ہیں

سیاست کے لغوی معنی حکومت اور انتظام ملک کے ہیں۔ حکومت اور انتظام مملکت کا ایک دوسرے کے ساتھ ایک اچھا خاصا تعلق ہے۔ یعنی انتظام ملک کسی حاکم کے بغیر ناممکن ہے۔ ملک کا نظم و نسق برقرار رکھنے والی مشینری کا نام حکومت ہے اور اس مشینری کے چلانے والے کو مالک اور حاکم کہتے ہیں اسلام کائنات کی ساری مخلوقات میں سے کسی کو مالک تسلیم نہیں کرتا اور اس کائنات کے سارے کارخانے کو چلانے والی ہستی صرف ایک ہی بتاتا ہے جو اللہ تبارک و تعالیٰ ہے اور اُسی کو لفظ مالک یا حاکم زیب دیتا ہے اور وہی ہی اس کا حامل ہے اسلام کے اس دعویٰ کے دلائل ملاحظہ ہوں۔

(۱) قُلِ اللّٰهُمَّ مٰلِكَ الْمُلْكِ تُؤْتِي الْمُلْكَ مَنْ تَشَاۗءُ وَتَنْزِعُ الْمُلْكَ مِمَّنْ تَشَاۗءُ ۡ وَتُعِزُّ مَنْ تَشَاۗءُ وَتُذِلُّ مَنْ تَشَاۗءُ ۭ بِيَدِكَ الْخَيْرُ ۭ اِنَّكَ عَلٰي كُلِّ شَيْءٍ قَدِيْرٌ (سورۃ آل عمران پارہ ۳- آیت ۲۵-

ترجمہ : (اے پیغمبرؐ) آپ کہہ دیں کہ اے خدا! بادشاہی کے مالک۔ تو جسے چاہے بادشاہی دے دے اور جس سے چاہے بادشاہی چھین لے، جسے چاہے عزت دے دے اور جسے چاہے ذلیل کر دے۔ تیرے ہاتھ میں خیر و برکت (کا سررشتہ) ہے۔ بے شک تجھے ہر بات پر قدرت حاصل ہے۔

(۲) لِلّٰهِ مُلْكُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ وَمَا فِيْهِنَّ ۭ وَهُوَ عَلٰي كُلِّ شَيْءٍ قَدِيْرٌ ۝ (سورۃ المائدہ پارہ ۷ آیت ۱۲۰-

ترجمہ : اللہ ہی کے لیے ہے بادشاہت آسمانوں کی اور زمین کی اور جو کچھ ان کے درمیان میں ہے سب کی۔ اور وہ ہر چیز پر قادر ہے۔

(۳) اَلَا لَهُ الْخَلْقُ وَالْاَمْرُ ۭ تَبٰرَكَ اللّٰهُ رَبُّ الْعٰلَمِيْنَ ۝ (سورۃ الاعراف، پارہ ۸ آیت ۵۴)-

ترجمہ : یقین رکھو کہ تخلیق اور فرمانروائی (کا حق) صرف اسی کو سزاوار ہے اللہ بڑی ہی بابرکت ذات ہے جو تمام جہاں کا رب ہے۔

(۴) اِنِ الْحُكْمُ اِلَّا لِلّٰهِ (سورۃ یوسف پارہ ۱۳ آیت ۶۷)

ترجمہ : حکم اللہ ہی کا (چلتا) ہے۔

(۵) وَقُلِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ الَّذِيْ لَمْ يَتَّخِذْ وَلَدًا وَّلَمْ يَكُنْ لَّهٗ شَرِيْكٌ فِي الْمُلْكِ وَلَمْ يَكُنْ لَّهٗ وَلِيٌّ مِّنَ الذُّلِّ وَكَبِّرْهُ تَكْبِيْرًا ۝ (سورہ الکہف پارہ ۱۵ آیت ۱۱۰)

ترجمہ : اور (اے پیغمبرؐ) فرما دیجیے سب تعریفیں اللہ ہی کو زیبا ہیں جو نہ اولاد رکھتا ہے اور نہ حکومت میں اس کا کوئی شریک ہے اور نہ اس سبب سے کمزور ہے کہ اس کا کوئی مددگار ہے اور آپؐ اس کی بڑائی بیان کرتے رہا کریں۔

(۶) الَّذِيْ لَهٗ مُلْكُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ وَلَمْ يَتَّخِذْ وَلَدًا وَّلَمْ يَكُنْ لَّهٗ شَرِيْكٌ فِي الْمُلْكِ وَخَلَقَ كُلَّ شَيْءٍ فَقَدَّرَهٗ تَقْدِيْرًا ۝ (سورۃ الفرقان پارہ ۱۸ آیت ۲)

ترجمہ : وہ وہ ہے جو تمام آسمانوں کا اور زمین کا بادشاہ ہے۔ اس کے اولاد نہیں اور نہ ہی اس کی بادشاہی میں کوئی اس کا شریک ہے اور اس نے ہر چیز کو پیدا کیا اور پھر اس کا اندازہ مقرر کیا۔

(۷) كُلُّ شَيْءٍ هَالِكٌ اِلَّا وَجْهَهٗ ۭ لَهُ الْحُكْمُ وَاِلَيْهِ تُرْجَعُوْنَ ۝ (سورۃ العنکبوت پارہ ۲ آیت ۸۸)

ترجمہ : ہر چیز فنا ہونے والی ہے بجز اس ذات کے۔ اُس (اللہ) کی بادشاہی ہے اور (بالآخر) تم کو اسی کی طرف لوٹ کر جانا ہوگا۔

مندرجہ بالا آیات کے علاوہ قرآن مجید میں کئی اور آیات وارد ہوئی ہیں جن سے واضح ہوتا ہے کہ ملک اللہ تعالیٰ کا ہے اور وہی اس کا حاکم واحد ہے۔ نہ وہ کسی کا محتاج ہے اور نہ اسے کسی کو اپنی جگہ حاکم مقرر کرنے کی ضرورت ہے البتہ ملکی نظم و نسق برقرار رکھنے کے لیے اس نے خلفاء کے تعین کا طریقہ رائج کیا اور جملہ مخلوقات میں سے بنی نوع انسان کو خلافت کا منصب عطا فرمایا۔ اُسے علم و حکمت سے بہرہ ور فرمایا اور ساتھ ہی اپنے حکم کے مطابق خلافت کے فرائض سرانجام دینے کی تربیت دی اس خلافت کا اظہار سیدنا حضرت آدم علیہ السلام سے تمام ملائکہ کے روبرو کرایا گیا۔ سیدنا آدم علیہ السلام کے بعد انبیاء و رسل کا سلسلہ جاری رہا اور کم و بیش ایک لاکھ چوبیس ہزار پیغمبر علیہم الصلوٰۃ والسلام مبعوث فرمائے گئے اور ہر نبی اور رسول نے اپنی اپنی امتوں کو احکام الٰہی پر چلنے کی تبلیغ کی اور حکومت بطرز خلافت چلانے کی دعوت دی۔ جس طرح بعض رسولوں کو بعض پر فضیلت عطا فرمائی اسی طرح بعض رسولوں کی خلافت کے واقعات بیان فرمائے اور دین کی تکمیل کے ساتھ خلافت کی تکمیل بھی حضور پُر نور سرور کائنات صلی اللہ علیہ وسلم کے عہد رسالت میں ہوئی۔ چونکہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم خاتم النبیین تھے اور آپؐ کے بعد کسی نبی کو نہیں آنا تھا اس لئے خلافت کا سلسلہ آپؐ کے صحابہ کرام رضوان اللہ تعالیٰ علیہم کی طرف منتقل ہوا اور صحابہ کرامؓ کی جماعت میں سے خلفاء راشدین

و مہدیین نے اللہ اور اس کے رسول مقبول صلی اللہ علیہ وسلم کے احکام کے مطابق اس فرضِ منصبی کو بخوبی سرانجام دیا اور اپنی من مانی نہ کی۔ ان کے بعد اللہ تعالیٰ نے متقی اور پرہیزگار بندوں کو خلافت سے نوازنے کا وعدہ فرمایا۔

وَعَدَ اللّٰہُ الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا مِنْکُمْ وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ لَیَسْتَخْلِفَنَّھُمْ فِی الْاَرْضِ کَمَا اسْتَخْلَفَ الَّذِیْنَ مِنْ قَبْلِھِمْ (سورۃ النور پارہ ۱۸ آیت ۵۴)

ترجمہ: تم میں سے ان لوگوں کے ساتھ جو ایمان لائیں اور نیک عمل کرتے رہیں اللہ کا وعدہ ہے وہ انہیں اسی طرح دنیا کی خلافت عطا کرے گا جس طرح اس نے لوگوں کو خلافت عطا کی تھی جو ان سے پہلے تھے۔

چند پیغمبروں کی خلافت کا تذکرہ

(۱) خلافت حضرت آدم علیہ الصلوٰۃ والسلام

وَ اِذْ قَالَ رَبُّکَ لِلْمَلٰٓئِکَۃِ اِنِّیْ جَاعِلٌ فِی الْاَرْضِ خَلِیْفَۃً ؕ قَالُوْٓا اَتَجْعَلُ فِیْھَا مَنْ یُّفْسِدُ فِیْھَا وَیَسْفِکُ الدِّمَآءَ ج وَ نَحْنُ نُسَبِّحُ بِحَمْدِکَ وَ نُقَدِّسُ لَکَ ؕ قَالَ اِنِّیْٓ اَعْلَمُ مَا لَا تَعْلَمُوْنَ ہ وَ عَلَّمَ اٰدَمَ الْاَسْمَآءَ کُلَّھَا ثُمَّ عَرَضَھُمْ عَلَی الْمَلٰٓئِکَۃِ لا فَقَالَ اَنْۢبِـُٔوْنِیْ بِاَسْمَآءِ ھٰٓؤُلَآءِ اِنْ کُنْتُمْ صٰدِقِیْنَ ہ قَالُوْا سُبْحٰنَکَ لَا عِلْمَ لَنَآ اِلَّا مَا عَلَّمْتَنَا ؕ اِنَّکَ اَنْتَ الْعَلِیْمُ الْحَکِیْمُ ہ قَالَ یٰٓاٰدَمُ اَنْۢبِئْھُمْ بِاَسْمَآئِھِمْ ج فَلَمَّآ اَنْۢبَاَھُمْ بِاَسْمَآئِھِمْ ۙ قَالَ اَلَمْ اَقُلْ لَّکُمْ اِنِّیْٓ اَعْلَمُ غَیْبَ السَّمٰوٰتِ وَ الْاَرْضِ وَ اَعْلَمُ مَا تُبْدُوْنَ وَمَا کُنْتُمْ تَکْتُمُوْنَ ہ (سورۃ البقرۃ پارہ ۱ آیات ۲۹ تا ۳۳)

ترجمہ: (اے نبیؐ یاد کرو) جب تمہارے رب نے فرشتوں سے کہا کہ میں زمین میں ایک خلیفہ نائب مقرر کرنے کو ہوں انہوں نے عرض کیا کہ اے اللہ! کیا تو اسے خلیفہ مقرر کرے گا جو زمین میں فساد پھیلائے اور خون بہائے حالانکہ ہم (ہر وقت) تیری حمد و ثنا میں مشغول رہتے ہیں۔ ارشاد ہوا جو میں جانتا ہوں تم نہیں جانتے۔ اور (اللہ نے) آدم علیہ السلام کو سب چیزوں کے نام سکھا دیئے۔ پھر فرشتوں کے روبرو وہ چیزیں پیش کیں اور کہا ان کے نام بتاؤ اگر تم (اپنے دعوے میں) سچے ہو (اس پر فرشتوں نے) کہا۔ اے اللہ! تو پاک ہے ہم تو اسی قدر جانتے ہیں جس قدر تو نے ہمیں بتایا۔ بیشک تو ہی علم و حکمت والا ہے (اللہ نے) کہا اے آدم! تم ان کو ان (اشیاء) کے نام بتاؤ پس جب اس نے ان چیزوں کے نام بتا دیئے تو ارشاد ہوا کہ کیا میں نے نہیں کہا تھا کہ میں زمین و آسمان کے غیب سے پوری طرح واقف ہوں اور جو کچھ تم ظاہر کرتے ہو (وہ) اور جو چھپاتے ہو وہ میں جانتا ہوں۔

(۲) خلافت حضرت داؤد علیہ الصلوٰۃ والسلام

یٰدَاوٗدُ اِنَّا جَعَلْنٰکَ خَلِیْفَۃً فِی الْاَرْضِ فَاحْکُمْ بَیْنَ النَّاسِ بِالْحَقِّ وَلَا تَتَّبِعِ الْھَوٰی فَیُضِلَّکَ عَنْ سَبِیْلِ اللّٰہِ ؕ اِنَّ الَّذِیْنَ یَضِلُّوْنَ عَنْ سَبِیْلِ اللّٰہِ لَھُمْ عَذَابٌ شَدِیْدٌۢ بِمَا نَسُوْا یَوْمَ الْحِسَابِ ہ (سورۃ صٓ پارہ ۲۳ آیت ۲۶

ترجمہ: اے داؤد! ہم نے تمہیں زمین میں اپنا نائب (خلیفہ) بنایا ہے سو تم حق و انصاف سے فیصلہ کیا کرو اور اپنی خواہش پر نہ چلنا ورنہ وہ تمہیں اللہ کی راہ سے بہکا دے گی۔ وہ لوگ جو اللہ کی راہ سے بہک جاتے ہیں ان کو اس وجہ سے کہ انہوں نے حساب کو بھلا رکھا تھا سخت عذاب ہوگا۔

۳۔ خلافت حضرت سلیمان علیہ الصلوٰۃ والسلام

وَوَرِثَ سُلَیْمٰنُ دَاوٗدَ وَ قَالَ یٰٓاَیُّھَا النَّاسُ عُلِّمْنَا مَنْطِقَ الطَّیْرِ وَ اُوْتِیْنَا مِنْ کُلِّ شَیْءٍ ؕ اِنَّ ھٰذَا لَھُوَ الْفَضْلُ الْمُبِیْنُ ہ (سورۃ النمل پارہ ۱۹ آیت ۱۶)

ترجمہ: ۔ اور سلیمانؑ داؤدؑ کے وارث ہوئے (یعنی ان کو بھی خلافت ملی) اور انہوں نے کہا کہ اے لوگو! ہمیں پرندوں کی بولی سکھائی گئی ہے اور ہمیں ہر چیز عطا کی گئی ہے بیشک یہ اس کا صریح فضل ہے۔

(۴) خلافت سید المرسلین و خاتم الانبیاء حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم

وَھُوَ الَّذِیْ جَعَلَکُمْ خَلٰٓئِفَ الْاَرْضِ وَ رَفَعَ بَعْضَکُمْ فَوْقَ بَعْضٍ دَرَجٰتٍ لِّیَبْلُوَکُمْ فِیْ مَآ اٰتٰکُمْ ؕ اِنَّ رَبَّکَ سَرِیْعُ الْعِقَابِ ۡ وَ اِنَّہٗ لَغَفُوْرٌ رَّحِیْمٌ ہ سورۃ الانعام پارہ ۸ آیت ۱۶۶)

ترجمہ: اور وہ (اللہ) وہی ہے جس نے تمہیں زمین میں جانشین (خلیفہ) بنایا اور تم میں سے بعض کو بعض پر درجوں میں فوقیت دی ۔۔ تاکہ جو کچھ تمہیں دیا ہے اس میں تمہیں آزمائے۔ بلاشبہ تمہارا پروردگار جلد سزا دینے والا ہے اور بلاشبہ وہ بخشنے والا (اور) رحم کرنے والا ہے۔

حضور پُرنور سرور کائنات فخر موجودات صلی اللہ علیہ وسلم کی خلافت کا دارومدار قرآن کریم پر تھا آپؐ کا ہر فعل خواہ نبوت سے متعلق ہو یا خلافت سے منشاء ایزدی کے مطابق ہوتا تھا۔ آپ ایسے عادل، قول کے سچے، وعدے کے پکے اور امین تھے کہ آپ کی مثال دنیا پیش ہی نہیں کر سکتی آپؐ کا یہ ارشاد کہ میری نماز اور میری عبادت، میرا جینا اور میرا مرنا سب کچھ اللہ تعالیٰ کے لیے ہے جو تمام جہانوں کا پروردگار ہے اس کا کوئی شریک نہیں۔ مجھ کو بھی اسی بات کا حکم دیا گیا ہے اور میں فرمانبرداروں میں سے سب سے پہلا فرمانبردار ہوں، آپؐ کی رسالت اور خلافت کی پوری پوری ترجمانی کرتا ہے۔ آپؐ نے جہاں رسالت کے فرائض کو اعلیٰ طریقہ پر سرانجام دیا وہاں انتظام مملکت کو فراموش نہیں کیا۔ اندرون ملک کے باہمی تنازعات میں آپؐ فیصلہ صادر فرمایا کرتے تھے۔ بیرونی ممالک کے ساتھ تعلقات و رابطہ پیدا کرنے کے لیے خطوط اور قاصد روانہ فرمائے اور انہیں اسلام کی طرف دعوت دی۔ اندرونی اور بیرونی ممالک کے اہم معاملات کو طے کرنے کے لیے ایک مجلس شوریٰ قائم تھی۔ جنگ اور صلح اسلام کے مقرر کردہ اصولوں پر ہوتی تھی۔ غرضیکہ حضور سرورِ کائنات صلی اللہ علیہ وسلم نے خلافت کا بہترین نمونہ پیش فرمایا حضرت عمرو بن امیہ پہلے قاصد ہیں، جن کو آپؐ نے نجاشی کی طرف روانہ فرمایا تھا اور اُن کو دو خطوط دیئے تھے۔ ایک خط میں شاہ حبشہ کو اسلام کی دعوت دی تھی۔ اس نے اسلام قبول کر لیا۔ پھر اُس نے کہا کہ اگر ممکن ہوتا تو میں آپؐ کی خدمت میں ضرور حاضر ہوتا اور جواب میں لکھ دیا کہ میں حضرت جعفرؓ کے دستِ مبارک پر اسلام لے آیا ہوں۔ دوسرا خط ام حبیبہؓ کے ساتھ عقد کرنے کا تھا اور اس میں یہ بھی تحریر فرمایا تھا کہ تمہارے پاس جس قدر مسلمان ہیں ان کو واپس کیا جائے آپؐ کے ارشاد کے مطابق عملدرآمد کیا گیا۔ اور ام حبیبہؓ کو چار سو دینار مہر کے ساتھ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے عقد میں دے دیا۔ اور جب تک یہ خطوط حبشہ میں رہے وہاں خیر و برکت کا دور دورہ رہا۔ اس طرح آپؐ کی خلافت سے متعلق کئی اور واقعات ہیں جو مفصل طور پر بزرگانِ دین نے تحریر فرمائے ہیں۔ بہرحال خلافت کا وہ طریقہ جو

حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے پیش فرمایا اور جس پر خلفاء راشدین رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین کاربند رہے۔ دین کا جزو ہے اور اسے سیاست عادلہ کہتے ہیں اور اس کی بنا اللہ اور اس کے رسول مقبول صلعم کی رضا، عدل و انصاف، رواداری اور مساوات، خدمت خلق، ملک کی حفاظت، اپنے اور بیگانے کے حقوق کی حفاظت، جذبہ ایثار و قربانی۔ حق کی دعوت اور باطل سے ٹکر، لین دین اور معاملات میں سچائی پر ہے۔ ایسی سیاست جو دین متین کے تابع نہ ہو اُسے سیاست عادلہ نہیں کہا جا سکتا۔

علامہ اقبالؒ نے یوں بیان فرمایا ہے:-

جلال پادشاہی ہو کہ جمہوری تماشا ہو
جدا ہو دیں سیاست سے تو رہ جاتی ہے چنگیزی
ناپاک جسے کہتی تھی مشرق کی شریعت
مغرب کے فقیہوں کا یہ فتویٰ ہے کہ ہے پاک
جمہور کے ابلیس ہیں ارباب سیاست
باقی نہیں اب میری ضرورت تہِ افلاک
یہ علم یہ حکمت یہ تدبر یہ حکومت
پیتے ہیں لہو دیتے ہیں تعلیم مساوات

سیاست ظالمانہ اور حق پرستوں کی کامیابی کے چند واقعات

حضرت ابراہیم علیہ الصلوٰۃ والسلام اللہ تعالیٰ کے ایک جلیل القدر پیغمبر تھے۔ ان کے عہد رسالت میں شرک عروج پر تھا اور لوگ مالک حقیقی سے بالکل ناآشنا ہو چکے تھے۔ اس مہلک وبا کو صفحہ ہستی سے مٹانے کے لیے انہیں سخت کٹھن اور دشوار منزلوں سے گزرنا پڑا۔ اپنے مشن کی کامیابی کے سلسلہ میں کڑی آزمائشوں کا مقابلہ کرنا پڑا اور اللہ کے فضل و کرم سے ہر آزمائش میں کامیاب و کامران رہے۔ ملک پر نمرود کا تسلط تھا جو مشرک اور ظالم بادشاہ تھا۔ حضرت ابراہیم علیہ الصلوٰۃ والسلام نے مشرک لوگوں کو توحید پرستی کی طرف دعوت دی اور بت پرستی و شرک سے روکا۔ مشرکوں نے آپ کو طرح طرح کی تکالیف پہنچائیں لیکن آپ باز نہ آئے۔ آخر کار نوبت نمرود تک پہنچی۔ نمرود ظلم و تشدد میں یکتا تھا اس کے سامنے جانے کی کسی کو جرأت نہ تھی۔ حضرت ابراہیم علیہ الصلوٰۃ والسلام نے دعوت حق اور تبلیغ کے لیے کمر باندھی اور نتائج و عواقب سے بے پرواہ ہو کر اس مغرور، ظالم اور مشرک حاکم وقت کو خدا کا فرمانبردار بننے اور صرف اسی کی عبادت کرنے کے لیے دعوت دی۔ نمرود نے حضرت ابراہیم علیہ الصلوٰۃ والسلام سے اللہ تعالیٰ کے بارے میں مناظرہ کیا۔ حضرت ابراہیمؑ نے فرمایا کہ میرا پروردگار وہ ہے جو انسان کو زندہ کرتا ہے اور مارتا ہے۔ نمرود نے کہا میں بھی زندہ کرتا ہوں اور مارتا ہوں تو پھر حضرت ابراہیمؑ نے فرمایا کہ اچھا۔ اللہ تعالیٰ تو سورج کو مشرق کی طرف سے نکالتا ہے تو مغرب کی جانب سے نکال کر دکھا۔ پس یہ بات سن کر وہ کافر مشرک ہکا بکا رہ گیا اور لاجواب ہو گیا۔ اور حضرت خلیل علیہ السلام نے بتوں کو توڑ پھوڑ دیا اور اس پر نمرود نے الاؤ تیار کرایا اور آپؑ کو آگ کے دہکتے ہوئے شعلوں میں ڈال دیا۔ یہ عزم و استقلال کی ایک کڑی سے کڑی آزمائش تھی۔ لیکن اس موقع پر بھی حضرت ابراہیم علیہ الصلوٰۃ والسلام نے عزم و استقامت اور صبر و استقلال کا ثبوت دیا اور اللہ تعالیٰ کے حکم سے آگ گلزار بنی اور حضرت ابراہیم علیہ الصلوٰۃ والسلام صحیح سلامت رہے۔ نمرود عذاب الٰہی میں گرفتار ہوا اور ہلاک ہوا۔ اس طرح شرک و سیاست ظالمانہ کا خاتمہ ہوا اور حضرت ابراہیم علیہ الصلوٰۃ والسلام اپنے مقصد میں کامیاب ہوئے۔

دوسرا واقعہ فرعون کا ہے کہ جس نے ملک میں سرکشی اور غنڈہ گردی اختیار کر رکھی تھی۔ وہ بڑا فتنہ پرداز تھا اور وہاں کے باشندوں کو گروہ در گروہ بنا رکھا تھا اور ان پر بے پناہ ظلم کرتا تھا۔ ان کی حیثیت محض غلام کی سی تھی اور جس طرح چاہتا ان کی جانوں سے کھیلتا۔ ان گروہوں میں ایک گروہ کو اس قدر کمزور کر دیا تھا کہ ان کے لڑکوں کو جان سے مار ڈالتا اور لڑکیوں کو زندہ رہنے دیتا تھا۔ اسی کے زمانہ میں حضرت موسیٰ علیہ الصلوٰۃ والسلام پیدا ہوئے۔ اگرچہ فرعون کی ظالمانہ سیاست کے تحت ان کو مار ڈالنا چاہیے تھا مگر قدرت نے ایک معجزانہ طریق سے حضرت موسیٰ علیہ الصلوٰۃ والسلام کی جان بچائی اور ان کی تعلیم و تربیت کا انتظام بھی خود فرعون کے گھر میں کرا دیا۔ چنانچہ فرعون کی بیوی نے جو ایک نیک سیرت عورت تھی حضرت موسیٰؑ کو اپنا بیٹا بنا لیا اور نہایت اہتمام سے آپؑ کی پرورش کی۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام جوان ہوئے تو اللہ تعالیٰ نے انہیں علم و حکمت سے بہرہ ور کیا اور رسالت کا منصب عطا کیا۔ چنانچہ حضرت موسیٰ علیہ السلام نے احکام الٰہی کے مطابق فرعون و ہامان اور اُن کے لشکروں کو دین حق کی طرف دعوت دی۔ فرعون اور اس کے لشکروں نے مکر و فریب اور جادو سے حضرت موسیٰ علیہ السلام کو زیر کرنے کی کوشش کی۔ لیکن وہ کامیاب نہ ہو سکا۔ آخر کار حضرت موسیٰ علیہ السلام اور فرعون کے درمیان مقابلہ ہوا۔ فرعون مع لشکر کے غرق ہوا اور موسیٰ علیہ السلام کو اللہ تعالیٰ نے فتح و کامیابی عطا فرمائی اور قوم نے سرکش اور فتنہ پرداز حاکم وقت سے نجات پائی۔

بعثت سرور کائنات آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے عہد رسالت و خلافت میں روئے زمین پر بسنے والوں کے سرداروں اور حکام کو اسلام اور اسلامی طرز خلافت کی طرف دعوت دی اور جہاں ضرورت محسوس ہوئی قاصد اور خطوط روانہ کیے۔ خوش قسمت وہ سردار اور حاکم تھے کہ جنہوں نے آپ صلعم کی ایک ہی آواز پر لبیک کہا اور آپ کی دعوت قبول کر لی۔ کئی سرداروں نے معاہدے کئے اور بعض نے آپؐ کے ساتھ جنگیں لڑیں لیکن شکست فاش کھائی۔ جملہ خطوط میں سے ایک خط کسریٰ پرویز کو روانہ کیا۔ کسریٰ بے حد مغرور، جابر اور مطلق العنان تھا اور اُن کی حکومت بطرز خلافت نہ تھی۔ اس بدبخت نے آپؐ کے نامہ مبارک کی بے حرمتی کی اور اُسے ٹکڑے ٹکڑے کر دیا۔ جب حضور پُرنور صلی اللہ علیہ وسلم کو اس ناشائستہ حرکت کی خبر دی گئی تو آپؐ نے اس کی حکومت کے پاش پاش ہونے کی پیش گوئی فرمائی۔ اسی دوران میں پرویز کو اس کے بیٹے نے ہلاک کر دیا۔ نتیجہ یہ نکلا کہ اس کی سلطنت کا شیرازہ بکھر گیا اور آخر کار اس کے پورے ملک پر اسلام کا تسلط ہو گیا۔

چوتھا واقعہ یزید کی سیاست سے تعلق رکھتا ہے۔ سیدنا امام حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ ایک جلیل القدر مسلم التقدیس واجب الاحترام شخصیت تھے اور آپؓ نے حضور پُرنور صلی اللہ علیہ وسلم سے دین کی تربیت پائی اور سیاست حاصل کی تھی۔ یہ کیسے ممکن ہو سکتا تھا کہ آپؓ اس شخص کی بیعت کرتے جو خلافت کا اہل نہیں تھا۔ چنانچہ حضرت امام عالی مقامؓ نے یزید کی بیعت سے انکار کر دیا جس کی وجہ سے معرکہ کربلا ہوا۔ اس معرکہ میں سیدنا و سید اہل الجنۃ حضرت امام حسینؓ کے ساتھی شہید ہو گئے اس کے بعد آپؓ نے تنہا دشمنوں کا مقابلہ کیا اور رضا الٰہی کے لیے جام شہادت نوش فرمایا۔ مگر جگر گوشہ رحمۃ للعالمین علیہ الصلوٰۃ والسلام کے نور العین اعنی نے یہ ثابت کر دیا کہ حق کے سامنے باطل کی کچھ حقیقت نہیں۔ سیدنا امام حسینؓ کی سیاست دین کے تابع تھی اور یزید کی سیاست ظالمانہ تھی۔ حضرت سیدنا امام حسینؓ کی شہادت اصل میں مرگ یزید ہے۔ سیدنا حضرت امام حسینؓ کی سیاست کی (باقی صفحہ ۱۲ پر)

نظریۂ توحید

لا الہ الا اللہ محمد رسول اللہ

حافظ عبد الرؤف متعلم اسلامیہ کالج۔ ریلوے روڈ لاہور

دنیا میں مختلف مذاہب اور مختلف خیالات کے انسان پائے جاتے ہیں اور ہر طریقے کے پیروکار اپنے اپنے اصولوں پر کاربند ہیں۔ ہمارا مذہب اسلام ہے جو تمام مذاہب سے افضل و اکمل ہے۔ قرآن حکیم میں ارشاد ہے کہ وَمَنْ يَّبْتَغِ غَيْرَ الْاِسْلَامِ دِيْنًا فَلَنْ يُّقْبَلَ مِنْهُ۔ یعنی جو شخص مذہب اسلام کے علاوہ کوئی اور مذہب اختیار کرے گا تو وہ قابل نہ ہوگا (۳: ۸۵)

اہل اسلام کو اللہ ایک بنیادی کلمہ کے ذریعہ پابند فرماتے ہیں اور اس کلمہ طیبہ کے دو جزو ہیں۔ پہلے حصہ میں اللہ کی توحید ذاتی و صفاتی کا بیان ہے جو ہر نبی اور رسول کا بنیادی اور اساسی عقیدہ ہے اور اسی لَآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰه کی تعلیم کے لیے ہی سارے پیغمبر بھیجے گئے اور انہوں نے اپنی اپنی امت کو اسی کی تعلیم دی۔ قرآن حکیم میں سے بعض پیغمبروں کی تعلیمات درج کی جاتی ہیں:۔

(۱) حضرت نوح علیہ السلام

يٰقَوْمِ اعْبُدُوا اللّٰهَ مَا لَكُمْ مِّنْ اِلٰهٍ غَيْرُهٗ (۷: ۵۹) اے میری قوم! اللہ کی عبادت کرو اس کے سوا تمہارا کوئی معبود نہیں۔

(۲) حضرت موسیٰ علیہ السلام

اَغَيْرَ اللّٰهِ اَبْغِيْكُمْ اِلٰهًا وَّهُوَ فَضَّلَكُمْ عَلَى الْعٰلَمِيْنَ (۷: ۱۴۰) کیا میں اللہ کے سوا تمہارے لیے کوئی اور معبود تلاش کروں حالانکہ اسی نے تمہیں دنیا بھر کی قوموں پر فضیلت بخشی ہے۔

(۳) حضرت صالح علیہ السلام

يٰقَوْمِ اعْبُدُوا اللّٰهَ مَا لَكُمْ مِّنْ اِلٰهٍ غَيْرُهٗ۔ (۷: ۷۳) اے میری قوم! اللہ کی عبادت کرو اس کے سوا تمہارا کوئی معبود نہیں۔

اسی طرح کی بے شمار آیات قرآن مجید میں ہیں جن کے نتیجہ کے طور پر یہ کہا جا سکتا ہے کہ تمام انبیاء نے جس بات کی سب سے زیادہ تبلیغ کی تھی وہ توحید ہی تھی۔

کلمہ طیبہ کے دوسرے جزو میں حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا مقام واضح کیا گیا ہے جس پر اس امت کی نجات کا دارومدار ہے۔ اس کے بغیر نہ توحید کا وقار اور نہ اعمال کا اعتبار۔

یہاں چونکہ توحید کا بیان ہے اس لیے لَآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهِ پر ہی اکتفا کیا جاتا ہے۔ اس موقع پر سب سے پہلے الٰہ کی حقیقت اور معنی کو واضح کیا جائے گا۔

(الٰہ) عربی زبان میں اس لفظ کے کئی معنی آتے ہیں یعنی (۱) الٰہ وہ ذات ہے جس کے کمال کی انتہا نہ ہو (۲) الٰہ وہ ذات ہے جو تمام کائنات کے لیے جائے پناہ ہو اور ہر حاجت میں اس کی طرف رجوع ہو سکے۔ (۳) الٰہ وہ ذات ہے جو ہر قسم کی جانی، مالی اور اعتقادی عبادت کی مستحق ہو۔

مندرجہ بالا معانی سے یہ نتیجہ نکلتا ہے کہ الٰہ ہونے کے لیے کمال ذاتی و صفاتی بدرجۂ اتم ہونا ضروری ہے۔ یعنی مستحق عبادت وہ ذات ہے جو کمال صفاتی میں بے مثال ہو۔ چونکہ یہ کمالات کسی غیر اللہ میں نہیں پائے جاتے لہٰذا کوئی دوسرا مستحق عبادت ہرگز نہیں اور جب مستحق عبادت اللہ کے علاوہ کوئی اور نہیں تو اللہ کے سوا کوئی دوسرا الٰہ بھی نہیں۔

توحید کے عقلی دلائل

اسلام ایک ایسا مذہب ہے جو ہر قدم پر عقل کو مخاطب کرتا چلا جاتا ہے۔ قرآن حکیم میں اللہ کا ارشاد ہے۔

ترجمہ:۔ کیا یہ لوگ جو خالق قدیر کی خلاقیت و وحدانیت کے منکر ہیں کسی کے پیدا کیے بغیر خود ہی پیدا ہو گئے ہیں یا وہ اپنے خالق خود ہی ہیں یا ان آسمانوں اور زمین کو انہوں نے خود ہی پیدا کیا ہے۔ یہ کوئی بات نہیں حقیقت یہ ہے کہ یہ لوگ عمداً اللہ پر یقین ہی نہیں کرنا چاہتے (۳۵۔ الطور)

کتنی جامع اور واضح بات کہی گئی ہے اور وہ بھی استفہامی لہجہ میں تین سوالات کیے گئے ہیں جن میں سے ایک کا جواب بھی اثبات میں نہیں ہو سکتا۔ مشاہدہ تو یہی ہے کہ ہم ماں باپ سے پیدا ہوئے ہیں اور جب اپنا پیدا ہونا مشاہدہ میں ہے تو زمین و آسمان کے بارے میں کون کہہ سکتا ہے کہ یہ خود بخود پیدا ہو گئے توحید کے لیے صرف یہ آیت ہی کئی دفتروں کے برابر ہے۔ لیکن وہ (اللہ) اپنے آپ کو انداد و ضد تسلیم نہیں کراتا۔ قرآن حکیم میں ارشاد ہے۔

ترجمہ:۔ انسانوں کے سمجھنے کے لیے ہماری قدرت کی ایک دلیل و نشانی رات ہے ہم (اللہ تعالیٰ) اس میں سے دن کو کھینچ کر نکال لیتے ہیں اور یہ (لوگ) اندھیرے میں رہ جاتے ہیں۔ پھر سورج کے بارے میں غور کرو کہ وہ کس نظم و ضبط کے ساتھ اپنی منزل کی طرف رواں ہے یہ سب نظم خدا ہی کا قائم کیا ہوا ہے۔ چاند پر غور کرو کس طرح گھٹتا بڑھتا ہے۔ ایسا نظام قائم کر دیا ہے کہ نہ آفتاب چاند سے ٹکرا سکتا ہے اور نہ دن کے پورا ہونے سے پیشتر رات ہی آ سکتی ہے۔ سب اپنے اپنے دائرے میں گھوم رہے ہیں۔ (۳۶: ۳۷ تا ۴۰)

اسی طرح کی بے شمار آیات ہیں جن سے یہ حقیقت روز روشن کی طرح واضح ہو جاتی ہے اسی سلسلہ میں یہاں امام ابوحنیفہؒ کا ایک منکر خدا کے ساتھ مناظرہ درج کیا جاتا ہے۔

ایک مرتبہ خلیفہ منصور کے دربار میں ایک دہریے نے آ کر کہا کہ آپ کے زمانے کے تمام علماء کا خیال ہے کہ دنیا کا پیدا کرنے والا موجود ہے اور میرا دعویٰ ہے کہ دنیا کو کسی نے نہیں پیدا کیا، بلکہ یہ جہان خود بخود پیدا ہوا ہے خلیفہ نے امام ابو حنیفہؒ کو پیغام بھیجا کہ ایک دہریے کا دعویٰ ہے کہ عالم خود بخود معرض وجود میں آ گیا ہے اس سے آ کر مناظرہ کیجئے۔ انہوں نے کہلا بھیجا کہ میں ظہر کے بعد آؤں گا مگر آپ ظہر کے کافی دیر بعد تشریف لائے۔ وجہ دریافت کی گئی تو فرمایا کہ آپ کو معلوم ہے کہ میرا مکان دریائے دجلہ کے دوسرے کنارے پر واقع ہے۔ میں جب مکان سے چلا تو دریا پر کوئی کشتی موجود نہ تھی جس پہ سوار ہو کر میں دریا کو پار کرتا۔ اتفاق سے میری نظر ایک ٹوٹی پھوٹی کشتی پر پڑی جس کے تختے اور میخیں بکھری ہوئی تھیں۔ اچانک کیا دیکھتا ہوں کہ ان تختوں اور میخوں میں حرکت پیدا ہو گئی ہے۔ حالانکہ وہاں نہ کوئی بڑھئی تھا نہ لوہار اور نہ ہی کوئی اور شخص۔ تھوڑی دیر بعد کشتی کے تختے اور میخیں خود بخود مل کر ایک

نہایت خوبصورت کشتی بن گئی۔ اس میں سوار ہو کر میں اب آیا ہوں اس وجہ سے دیر ہوئی ہے۔ دہریے نے حاضرین دربار سے کہا دیکھ لیا آپ کے زمانے کے سب سے بڑے عالم نے کیسی جھوٹی بات کہی ہے بھلا کہیں ایسا بھی ہو سکتا ہے کہ ٹوٹی پھوٹی کشتی بغیر کسی بنانے والے کے خود بخود بن کر تیار ہو جائے۔ یہ بالکل جھوٹ ہے۔ امام ابو حنیفہؒ نے فرمایا۔ جب ایک کشتی بغیر کسی بنانے والے کے خود بخود نہیں بن سکتی تو اتنا بڑا عالم بغیر کسی بنانے والے کے خود بخود کیسے معرض وجود میں آسکتا ہے۔ اب تو اللہ کے وجود کا کس طرح انکار کر سکتا ہے۔ یہ سن کر وہ ہکا بکا رہ گیا اور لاجواب ہو گیا۔

مندرجہ بالا بحث کے نتیجہ کے طور ادنیٰ سے ادنیٰ شخص بھی اب یہ نہیں کہہ سکتا کہ اس کائنات کا بنانے والا کوئی نہیں، اس کے بعد بھی لوگوں نے اپنے مہربان اور علیم و قدیر مالک کو کیوں چھوڑ دیا ہے جو خدا وَهُوَ مَعَكُمْ أَيْنَمَا كُنتُمْ اور نَحْنُ إِلَيْهِ مِنْ حَبْلِ الْوَرِيدِ فرما کر اپنا غایتہ قریب بیان کرے اور عَلَىٰ كُلِّ شَيْءٍ قَدِيرٌ سے اپنی قدرت کاملہ کا اظہار فرمائے اور اُدْعُونِي أَسْتَجِبْ لَكُمْ سے ہر مسائل کو قبولیت بخشے اور بِكُلِّ شَيْءٍ عَلِيمٌ سے اپنی وسعت علمی کا دعویٰ کرے اور إِنَّهُ هُوَ الْغَفُورُ الرَّحِيمُ سے ندائے مغفرت اور رحمت کے دریا بہا دے۔ ایسی صفات والے اللہ کو چھوڑ کر دوسروں کے آگے حاجات پیش کریں، غائبانہ پکاریں اور مشکلیں حل کرانے کے لیے درخواستیں دے تو کیا یہ اللہ کی کھلی توہین اور انکار نہیں تو اور کیا ہے؟

صفات خداوندی اور مذاہب غیر

اسلام نے خدا کی حقیقت اس طرح بیان کی ہے کہ۔

ترجمہ: اس کے سوا کوئی معبود نہیں سب اچھے نام اسی کے ہیں وہ ہر چیز پیدا کرنے والا طرح طرح کی صورتیں بنانے والا ہے۔ اس کی اچھی اچھی صفات ہیں ازلی ہے ابدی ہے۔

اب مذاہب غیر کا حال ملاحظہ کیجیے:

عیسائیوں کا عقیدہ

باپ خدا، بیٹا عیسیٰ اور روح القدس تینوں غیر مخلوق ازلی و ابدی اور قادر مطلق ہیں۔ مسیح بندہ بھی ہے اور مالک بھی۔ آدمی بھی ہے اور خدا بھی۔ جو جنگل میں جلتے ہوئے درخت سے ظاہر ہوا۔ مسیح کو محض خدا ہی نہیں کہتے بلکہ خدائے مجسّم کہتے ہیں۔ یعنی خدا جسم میں ظاہر ہوا۔ عام طور پر حضرت عیسیٰؑ کو خدا کہا جاتا ہے کیا عقل باور کر سکتی ہے کہ خدائے واحدہ و قہار کا بیٹا اور انسانوں کے ہاتھوں پھانسی چڑھے وہ قدرت کے باوجود نہ بچا سکے۔ دنیا نے جسے حضرت مریمؑ کے بطن مبارک سے پیدا ہوتے دیکھا وہ خدا کیسے بن گیا۔ قرآن حکیم نے اس حقیقت پر بھی مَا الْمَسِيحُ ابْنُ مَرْيَمَ إِلَّا رَسُولٌ کے الفاظ میں روشنی ڈالی ہے۔

مجوسیوں کا عقیدہ

خدا دو ہیں (۱) یزدان (۲) اہرمن یعنی ایک خالق خیر اور دوسرا خالق شر۔ یہ انسانی عقل کے سراسر خلاف ہے۔ دنیا ہی کے اندر مشاہدہ ہے کہ چھوٹے سے چھوٹے ملک میں بھی دو بادشاہ نہیں رہ سکتے تو اس وسیع سلطنت میں دو خدا کیسے موجود ہو سکتے ہیں۔ قرآن حکیم میں ارشاد ہے لَوْ كَانَ فِيهِمَا آلِهَةٌ إِلَّا اللَّهُ لَفَسَدَتَا یعنی اگر دو خدا ہوتے تو زمین و آسمان برباد ہو کر رہ جاتے۔

ہندوؤں کا عقیدہ

ہندوبت بے شمار فرقوں پر مشتمل ہے جن کے اندر اصولی اور بنیادی اختلافات موجود ہیں۔ آریہ سماج والے توحید کا عقیدہ رکھتے اور خدا کو مانتے اور بت پرستی کو بُرا سمجھتے ہوئے بھی عقیدہ رکھتے ہیں کہ یہ دنیا خدا کی بنائی ہوئی نہیں البتہ وہ اس کا منتظم ہے۔ ان کے نزدیک جو اچھے کام کرتے ہیں وہ مرنے کے بعد کسی امیر گھرانے میں دوبارہ پیدا ہو جاتے ہیں اور جو بُرے کام کرتے ہیں وہ دُکھ سہنے اور اپنے کیے کی سزا پانے کے لیے بلّی کتّے کی شکل میں دوبارہ جنم لیتے ہیں۔

زمانہ جاہلیت میں تصوّرِ الٰہ

حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی بعثت سے پہلے بے شمار معبودوں کی پرستش کی جاتی تھی جن میں تین سو ساٹھ بتوں کے علاوہ مظاہر قدرت (سورج، چاند، ستارے، درخت وغیرہ) اور بزرگوں کی بھی پرستش کی جاتی تھی۔ قرآن حکیم نے ان کے اس ناجائز عمل کو واضح الفاظ میں پیش کیا ہے۔

(۱) غیر اللہ سے مدد طلب کرتے تھے۔

وَاتَّخَذُوا مِن دُونِ اللَّهِ آلِهَةً لَّعَلَّهُمْ يُنصَرُونَ (۳۶: ۷۴) یعنی انہوں نے اللہ تعالیٰ کے علاوہ اور معبود بنا لیے ہیں تاکہ وہ (جھوٹے معبود) ان کی مدد کریں۔

(۲) مُردہ بزرگوں کو حاجت روائی کے لیے پکارتے تھے۔

وَالَّذِينَ يَدْعُونَ مِن دُونِ اللَّهِ لَا يَخْلُقُونَ شَيْئًا وَهُمْ يُخْلَقُونَ أَمْوَاتٌ غَيْرُ أَحْيَاءٍ وَمَا يَشْعُرُونَ أَيَّانَ يُبْعَثُونَ (۱۶: ۲۰، ۲۱) یعنی وہ لوگ اللہ کو چھوڑ کر جن کو پکارتے ہیں وہ کسی چیز کے بھی خالق نہیں بلکہ خود مخلوق ہیں وہ مُردہ ہیں، ان میں زندگی نہیں اور انھیں یہ بھی خبر نہیں کہ انہیں کب زندہ کرکے اٹھایا جائے گا۔

(۳) قرب الٰہی کے لیے غیر اللہ کی عبادت کرتے تھے۔

وَالَّذِينَ اتَّخَذُوا مِن دُونِهِ أَوْلِيَاءَ مَا نَعْبُدُهُمْ إِلَّا لِيُقَرِّبُونَا إِلَى اللَّهِ زُلْفَىٰ (الزمر) یعنی جنہوں نے اللہ کے علاوہ دوسرے حامی یا سازگار بنا لئے ہیں (وہ کہتے ہیں) ہم ان کی عبادت اس لئے کرتے ہیں کہ وہ ہمیں اللہ سے قریب کر دیں۔

(۴) سفارشی بنانے کے لیے غیر اللہ کی عبادت کرتے تھے۔

وَيَعْبُدُونَ مِن دُونِ اللَّهِ مَا لَا يَضُرُّهُمْ وَلَا يَنفَعُهُمْ وَيَقُولُونَ هَٰؤُلَاءِ شُفَعَاؤُنَا عِندَ اللَّهِ (۱۰: ۱۸) یعنی وہ اللہ تعالیٰ کے سوا ان کی عبادت کرتے ہیں جو نہ ان (لوگوں) کو تکلیف پہنچانے پر قدرت رکھتے ہیں اور نہ نفع پر اور (لوگ) کہتے ہیں کہ وہ اللہ کے ہاں ہمارے سفارشی ہیں۔

(۵) اپنے بزرگوں، درویشوں اور پیغمبروں کو خدا مانتے تھے۔

اتَّخَذُوا أَحْبَارَهُمْ وَرُهْبَانَهُمْ أَرْبَابًا مِّن دُونِ اللَّهِ وَالْمَسِيحَ ابْنَ مَرْيَمَ وَمَا أُمِرُوا إِلَّا لِيَعْبُدُوا إِلَٰهًا وَاحِدًا لَّا إِلَٰهَ إِلَّا هُوَ (۹: ۳۱) یعنی انہوں نے اپنے علما اور درویشوں کو اللہ تعالیٰ کے علاوہ اپنا رب بنا لیا اور اسی طرح مسیح ابن مریم کو بھی۔ حالانکہ ان (لوگوں) کو اس ایک معبود کے علاوہ کسی کی بندگی کرنے کا حکم نہیں دیا گیا تھا جس کے سوا کوئی مستحق عبادت نہیں۔

مندرجہ بالا سطور سے یہ بات روز روشن کی طرح واضح ہو گئی ہے کہ اہل عرب کو اللہ کی ذات اور اس کی صفات سے انکار نہیں تھا وہ حاکم اعلیٰ اللہ تعالیٰ ہی کو مانتے تھے مگر اس کے ساتھ ساتھ اللہ کی مخلوق (فرشتوں، جنوں، بزرگوں، پیغمبروں، چاند، ستاروں وغیرہ) کو بھی خدائی درجہ دیتے تھے۔

●

حضور اکرم کو توحید کی اشاعت کا حکم

قُلْ إِنَّمَا هُوَ إِلَٰهٌ وَاحِدٌ وَإِنَّنِي بَرِيءٌ مِّمَّا تُشْرِكُونَ (۱۹:۶)
آپ فرما دیجئے کہ معبود تو وہی ایک ہے اور جس شرک میں تم مبتلا ہو اُس سے میں قطعی بیزار ہوں۔

قُلْ هُوَ رَبِّي لَا إِلَٰهَ إِلَّا هُوَ عَلَيْهِ تَوَكَّلْتُ وَإِلَيْهِ مَتَابِ (۳۰:۱۳)
آپ فرما دیجئے کہ وہ میرا رب ہے اس کے سوا کوئی معبود نہیں اسی پر میں نے بھروسہ کیا ہے اور وہی میرا ملجا و ماویٰ ہے۔

قُلْ إِنَّمَا أَنَا بَشَرٌ مِّثْلُكُمْ يُوحَىٰ إِلَيَّ أَنَّمَا إِلَٰهُكُمْ إِلَٰهٌ وَاحِدٌ (۶:۴۱)
آپ (لوگوں سے) فرما دیجئے (ویسے تو) میں تمہارے ہی جیسا ایک بشر ہوں (مگر) مجھ پر وحی ہوتی ہے کہ تمہارا معبود صرف ایک ہے۔

قُلْ إِنَّمَا يُوحَىٰ إِلَيَّ أَنَّمَا إِلَٰهُكُمْ إِلَٰهٌ وَاحِدٌ فَهَلْ أَنتُم مُّسْلِمُونَ (۱۰۸:۲۱)
آپ فرما دیجئے کہ مجھے تو یہی حکم آیا ہے کہ تمہارا معبود صرف ایک ہے پھر کیا تم (لوگوں سے خطاب ہے) اسے تسلیم کرتے ہو؟ (یا نہیں)

قُلْ إِنَّمَا أَنَا مُنذِرٌ وَمَا مِنْ إِلَٰهٍ إِلَّا اللَّهُ الْوَاحِدُ الْقَهَّارُ (۳۸:۶۵)
آپ فرما دیجئے کہ میں تو تمہیں خبردار کرنے والا ہوں (اس بات سے) کہ اللہ واحد و قہار کے سوا کوئی معبود نہیں۔

قُلْ إِنِّي لَا أَمْلِكُ لَكُمْ ضَرًّا وَلَا رَشَدًا ۝ قُلْ إِنِّي لَن يُجِيرَنِي مِنَ اللَّهِ أَحَدٌ وَلَنْ أَجِدَ مِن دُونِهِ مُلْتَحَدًا ۝ (۷۲: ۲۱، ۲۲) آپ فرما دیجئے بلاتحقیق میں تمہارے نقصان اور فائدہ کا اختیار نہیں رکھتا آپ فرما دیجئے کہ مجھے اللہ کے سوا کوئی نہ بچائے گا اور اس (اللہ) کے سوا کوئی بچاؤ نہ پا سکوں گا۔

قُلْ إِنَّ صَلَاتِي وَنُسُكِي وَمَحْيَايَ وَمَمَاتِي لِلَّهِ رَبِّ الْعَالَمِينَ لَا شَرِيكَ لَهُ (۶:۱۶۳) آپ فرما دیجئے کہ میری نماز اور میری قربانی، میرا جینا اور میرا مرنا اس اللہ کے لئے ہے جو سب جہانوں کا پروردگار ہے اس کا کوئی ہمسر نہیں۔

قُلِ اللَّهُمَّ مَالِكَ الْمُلْكِ تُؤْتِي الْمُلْكَ مَن تَشَاءُ وَتَنزِعُ الْمُلْكَ مِمَّن تَشَاءُ وَتُعِزُّ مَن تَشَاءُ وَتُذِلُّ مَن تَشَاءُ بِيَدِكَ الْخَيْرُ إِنَّكَ عَلَىٰ كُلِّ شَيْءٍ قَدِيرٌ (۳:۲۶) آپ فرما دیجئے اے اللہ! کل کائنات کے مالک، تو جسے چاہے بادشاہت عطا فرما دے اور جس سے چاہے بادشاہت چھین لے تو جسے چاہے معزز بنا دے اور جسے چاہے ذلیل و خوار کر دے، تیرے ہی قبضۂ قدرت میں خیر (ہر قسم کا نیک اور اچھا عمل) ہے۔ بلاشبہ تو ہر چیز پر قدرت رکھتا ہے۔

قُل لِّلَّهِ الشَّفَاعَةُ جَمِيعًا لَّهُ مُلْكُ السَّمَاوَاتِ وَالْأَرْضِ (۳۹:۴۴)
آپ فرما دیجئے کہ اللہ کے ہی قبضۂ قدرت میں (ہر قسم کی) شفاعت اور اسی کے قبضۂ اختیار میں آسمانوں اور زمین کی بادشاہت ہے۔

قُلْ كَفَىٰ بِاللَّهِ بَيْنِي وَبَيْنَكُمْ شَهِيدًا يَعْلَمُ مَا فِي السَّمَاوَاتِ وَالْأَرْضِ (۲۹:۵۲) آپ فرما دیجئے کہ اللہ کافی ہے میرے اور تمہارے درمیان گواہ وہ جانتا ہے جو کچھ آسمانوں میں ہے اور زمین میں۔

قرآن حکیم میں اسی طرح کی بے شمار آیات ہیں جن میں اللہ نے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو توحید کی اشاعت کا حکم دیا گیا ہے۔

نظریہ توحید احادیث نبویؐ کی روشنی میں

(۱) عبادت کا مستحق اللہ کے سوا کوئی نہیں وہ اکیلا ہے اس کا کوئی شریک نہیں حکومت اسی کی ہے اور سب تعریفیں اسی کے لئے ہیں وہ ہر شے پر قادر ہے۔ اے اللہ! جو تو عطا کرے اس کا روکنے والا کوئی نہیں اور جو چیز تو روک لے اس کا دینے والا کوئی نہیں۔ دولت مند کو اس کی دولت تجھے چھوڑ کر کچھ فائدہ نہیں دیتی (بخاری شریف کتاب الصلوٰۃ)

(۲) حضرت علیؓ سے جامع صغیر میں روایت ہے کہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ بے شک میں رب ہوں۔ میرے سوا کوئی معبود اور قابل پرستش نہیں جس شخص نے میری توحید کا اقرار کیا وہ میرے قلعہ میں داخل ہو گیا اور جو شخص میرے قلعہ میں داخل ہو گیا وہ میرے عذاب سے بے خوف ہو گیا (حدیث قدسی)

(۳) حضرت انسؓ سے روایت ہے تمہارا پروردگار فرماتا ہے کہ میں اس بات کا مستحق ہوں کہ مجھ سے خوف کیا جائے اور میرے علاوہ کسی کو معبود نہ بنایا جائے۔ پس جو شخص کسی دوسرے کو معبود بنانے سے بچا رہا اور اس نے میرے سوا کسی کو معبود اور قابل پرستش نہ سمجھا تو مجھ پر یہ واجب ہے کہ میں اس کی مغفرت کروں (حدیث قدسی، ترمذی شریف)

(۴) حضرت انسؓ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے اے ابن آدم! بیشک اگر تو مجھ سے اس حال میں ملے کہ تیرے گناہ دنیا کے برابر ہوں اور تو نے کسی کو میرا شریک نہ بنایا ہو تو بے شک میں تیرے پاس دنیا بھر کی بخشش لے کر آؤں گا۔ (مشکوٰۃ شریف، ترمذی)

(۵) حضرت ابن عباسؓ فرماتے ہیں کہ میں ایک دن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پیچھے جا رہا تھا۔ آپ نے فرمایا اے لڑکے! اللہ تعالیٰ کو یاد رکھ، وہ تجھے یاد رکھے گا۔ اور اللہ کو یاد رکھ تو اسے اپنے روبرو پائے گا جب تو کچھ مانگے تو اللہ ہی سے مانگ اور جب تجھے مدد درکار ہو تو اللہ تعالیٰ سے مانگ اور یہ سمجھ لے کہ اگر تمام لوگ تجھے کچھ فائدہ پہنچانے کے لیے اکٹھے ہو جائیں تو تجھے کچھ فائدہ نہیں پہنچا سکتے۔ مگر جتنا اللہ تعالیٰ نے تیرے حق میں لکھ دیا ہے اور اگر سب لوگ تجھے نقصان پہنچانے کے لیے اکٹھے ہو جائیں تو تجھے کچھ نقصان نہیں پہنچا سکیں گے مگر جتنا تیرے حق میں اللہ تعالیٰ نے لکھ دیا ہے (مشکوٰۃ شریف، ابن ماجہ)

(۶) معاذ بن جبلؓ فرماتے ہیں کہ میں حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے پیچھے گدھے پر سوار جا رہا تھا کہ حضورؐ نے فرمایا، معاذ! تو جانتا ہے اللہ کا بندوں پر کیا حق ہے اور بندوں کا اللہ پر کیا حق ہے؟ میں نے کہا کہ اللہ اور اس کا رسولؐ خوب جانتے ہیں آپ نے فرمایا۔ اللہ تعالیٰ کا بندوں پر یہ حق ہے کہ صرف اسی کی عبادت کریں اور کسی کو اس کا شریک نہ بنائیں اور بندوں کا اللہ پر یہ حق ہے کہ جو شرک نہ کرے اسے عذاب نہ دے۔ (مسلمؒ و بخاریؒ)

(۷) حضرت ابن مسعودؓ کہتے ہیں کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جو شخص اللہ کے سوا کسی اور کو پکارتا ہے اور اسی حالت میں مر جاتا ہے تو وہ دوزخ میں جائے گا۔ (بخاری شریف)

(۸) حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جو شخص لا الٰہ الا اللہ کا اقرار کرے اور اللہ کے سوا جن چیزوں کی پوجا ہوتی ہے ان سب چیزوں سے منکر ہو تو اس کا مال اور خون محفوظ ہو گیا اور اس کا حساب اللہ کے ذمہ ہے (مسلم)

(۹) عہد نبویؐ میں ایک منافق ارباب ایمان کو بہت تکلیف دیا کرتا تھا۔

پر صحابہ نے اجتماعی فیصلہ کیا کہ چلو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے اس کے خلاف فریاد کریں۔ اس پر حضور اکرمؐ نے فرمایا مجھ سے نہیں بلکہ اللہ سے فریاد ہونی چاہیے۔ (طبرانی)

(۱۰) حضرت عائشہ صدیقہؓ فرماتی ہیں کہ جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا رحلت کا وقت قریب آیا تو آپؐ نے فرمایا اللہ یہود و نصاریٰ پر لعنت کرے کہ انہوں نے اپنے انبیاء کی قبروں کو عبادت گاہیں بنا لیا۔ (بخاریؒ و مسلمؒ)

(۱۱) ابو ہریرہؓ روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تم اپنے گھروں کو قبریں (یعنی جہاں نماز ممنوع ہے) نہ بناؤ اور میری قبر پر میلہ نہ لگاؤ۔ ہاں البتہ مجھ پر درود بھیجا کرو کیونکہ تم جہاں کہیں بھی ہوگے تمہارا درود مجھے پہنچ جائے گا (ابوداؤدؒ)

(۱۲) حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جس نے غیر اللہ کی قسم کھائی اس نے کفر کیا یا فرمایا شرک کیا (ترمذی)

نظریۂ توحید کے متعلق چند اقوال

(۱) موحّد وہ شخص ہے جس کے سر پر اگر تلوار رکھ دی جائے یا اس کے قدموں میں سونا بکھیر دیا جائے تو نہ تو اسے خدا کے سوا کسی کا خوف ہو اور نہ ہی کسی سے امید توحید کے بنیادی اصول یہی ہیں (سعدی شیرازیؒ)

(۲) اطاعت خداوندی کو لازم کر نہ کسی سے خوف کر نہ طمع۔ اپنی ساری حاجتیں حق تعالیٰ کے حوالہ کر اور اسی سے مانگ اس کے سوا کسی پر بھروسہ نہ کر۔ (شیخ عبدالقادرؒ)

(۳) توحید الٰہی یہ ہے کہ تیرے (انسان کے) دل میں حق تعالیٰ کے سوا کسی کا گزر نہ ہو (مولانا احمد علیؒ)

(۴) امید نہ رکھ کسی سے مگر اپنے رب سے اور نہ ڈر کسی سے مگر اپنے گناہ سے اللہ کو ہر وقت اپنے ساتھ سمجھنا افضل ترین ایمان ہے (حضرت عثمان غنیؓ)

؎ توحید تو یہ ہے کہ خدا حشر میں کہہ دے
یہ بندہ دو عالم سے خفا میرے لئے ہے
(جوہرؔ)

بقیہ: مذہب و سیاست

ترجمانی حضرت خواجہ معین الدین چشتی اجمیری رحمۃ اللہ علیہ نے اپنے ان الفاظ میں ادا فرمائی ہے:

شاہ است حسین بادشاہ است حسین
دین است حسین دین پناہ است حسین
سر داد نہ داد دست در دست یزید
حقا کہ بنا لا الٰہ است حسین

حاصل یہ نکلا کہ سیاست جو دین کے تابع ہو وہ مذہب کا جزو ہے اور سیاست ظالمانہ کا مذہب سے کوئی تعلق نہیں اور ایسی سیاست کی علامہ اقبالؒ نے بھی اپنے ان اشعار میں مذمت کی ہے۔

پرانی سیاست گری خوار ہے
زمیں میر و سلطاں سے بیزار ہے
سیاست نے مذہب سے پیچھا چھڑایا
چلی کچھ نہ پیر کلیسا کی پیری
ہوئی دین و دولت میں جس دم جدائی
ہوس کی امیری ہوس کی وزیری

(واللہ اعلم بالصواب)

دعائے مغفرت

حاجی عبدالعزیز صاحب چونیاں بروز جمعرات مورخہ ۱۰ جون ۶۵ کو بقضائے الٰہی فوت ہو گئے ہیں۔ اللہ تعالیٰ مرحوم کو غریق رحمت کرے۔ مرحوم ایک سیاسی لیڈر اور بے باک مقرر تھے۔ شہر میں آپ کی موت کا گہرے رنج سے اظہار کیا گیا (سردار محمد شفیع چونیاں)

وصی سیتاپوری

تمنائے دل

یارب ہمیں سچا سا مسلمان بنا دے
انسان بنا صاحبِ ایمان بنا دے
اب وحدتِ ملّت کہاں صد پاش ہوئی ہے
یک قلب بنا دے، اسے یک جان بنا دے
ہم دولت دنیا کے طلب گار نہیں ہیں
بوذرؓ کی طرح بے سروسامان بنا دے
دنیا ہمیں پہچان لے کردار و عمل سے
کچھ اور نہیں پیروِ قرآن بنا دے
ملکوں ہی نہیں جس کی دلوں پر ہو حکومت
اس خاک نشیں کو وہی سلطان بنا دے
سینے میں حرارت ہو، نگاہوں میں جلالت
سلمانؓ بنا دے، ہمیں عثمانؓ بنا دے
اس دور سے مسلم نہیں اسلام کشتی کی
تو اپنی مشیت کو نگہبان بنا دے
میں نام کا پہلے سے مسلمان وصیؔ ہوں
اب دل کو مرے مولا مسلمان بنا دے

نعت شریف

رشید نشاد

اے صلِّ علیٰ شاہِ اُمم شانِ دو عالم — اے مہرِ عرب، ماہِ عجم، جانِ دو عالم
قرآنِ مُبین تیری محبّت کا صحیفہ — فرمان ترا مطلعِ دیوانِ دو عالم
گفتار تری حُسنِ فصاحت کا مرقع — رفتار تری چشمۂ فیضانِ دو عالم
آنکھیں ہیں تیری کوثر و تسنیم کے پیالے — باتیں ہیں تری دولتِ ایمانِ دو عالم
سائل تیری درگاہ کے ادنیٰ ہوں کہ اعلیٰ — اے خواجۂ کُل سرورِ ذی شانِ دو عالم
فردوسِ معلّے کا ہے نقشہ ترا کوچہ — ہے شہرہ ترا زینتِ دیوانِ دو عالم

اے موجِ بہارِ چمنستانِ رسالت
اے مطلعِ انوارِ شبستانِ دو عالم

شیخ التجوید والقرأت حضرت مولانا قاری المقری عبدالعزیز صاحب شوقی

علمِ تجوید کی اہمیت

عقلی طور پر

(قسط نمبر ۲)

مرتبہ :- عبدالغفور اُجمل نزیل جامعہ مدنیہ کیمبل پور

حضرات ! قرآن کریم کو جہاں ہم ہدایت ۔ قانون ۔ دستور ۔ منشور الٰہی کے القاب سے یاد کرتے ہیں ، وہاں اس کی حیثیت شاہی فرمان کی بھی ہے بادشاہ کی طرف سے کسی فرمان کا نافذ ہونا کسی بھی عقل کے خلاف نہیں بلکہ اس کی ضرورت کو عقلی طور پر تسلیم کیا گیا کہ اگر بادشاہ رعیت سے اطاعت کا مطالبہ کرتا ہے تو عقل کا تقاضا ہے ۔ کہ بادشاہ کو احکام اطاعت اور طریق اطاعت کا اعلان بھی ضرور کرنا چاہیئے اسی طرح عقل کا فیصلہ یہ بھی ہے ۔ کہ اگر شاہی فرمان کو پڑھنے کی ضرورت درپیش ہو ۔ تو اس کو صحت لفظ کے ساتھ درست طور پر پڑھا جائے ۔ اگر شاہی فرمان کے الفاظ کو غلط پڑھا جائے گا تو یہ اس فرمان کی توہین ہو گی ۔ جس کا تعلق براہ راست بادشاہ کی ذات سے ہو گا ۔ مثال ممثل لہٗ میں اگر پوری مطابقت نہیں تو معاف فرما دیں ۔ کہنا یہ چاہتا ہوں کہ قرآن کریم بھی جب احکم الحاکمین کا فرمان ہے ۔ تو اس کا غلط پڑھنا خدا کی خوشنودی کا باعث ہو گا یا غضب و قہر کا اور اس فرمان کے نزول سے جو منشائے الٰہی ہے کیا الفاظ غلط کر دینے کی صورت میں وہ منشاء صحیح طور پر معلوم کیا جا سکے گا ۔

علم تجوید کے خلاف پڑھنے کا نتیجہ

قرآن کریم کے الفاظ کو غلط پڑھنے کا یا تو یہ اثر ہو گا کہ سرے سے معنی ہی بدل جائیں گے ۔ تیسرے پارے کے شروع میں ذکر ہے کہ حضرت ابراہیم علیہ السلام نے اللہ تعالیٰ سے سوال کیا کہ آپ مردوں کو کیسے زندہ فرمائیں گے ؟ اللہ تعالیٰ نے فرمایا کیا تم اس بات پر ایمان نہیں رکھتے کیا تمہیں اس کا یقین نہیں ؟ عرض کیا کیوں نہیں لیکن وَلٰکِن لِیَطْمَئِنَّ قَلْبِیْ ط ۔ مگر میں اپنے دل کا اطمینان چاہتا ہوں اب اگر آپ قلبی میں دو لفظوں والا ۔ قاف نہیں پڑھتے بلکہ چھوٹا کاف نکال دیتے ہیں ۔ تو معنی یوں ہوں گے ۔ کہ میں چاہتا ہوں کہ میرا کتا مطمئن ہو جائے ۔

اب آپ ہی فرما دیں ۔ کہ یہ قرآن میں تحریف ہوئی یا نہیں ۔ جو لوگ اب بھی بے فکر ہیں اور قرآن صحیح کرنے کا ان کو خیال بھی نہیں آتا انہیں اپنی عاقبت کا خیال کرنا چاہیئے یا قرآن کو غلط پڑھنے کا یہ اثر ہو گا ، کہ جو لفظ بامعنیٰ تھا وہ بے معنیٰ اور مہمل ہو کر رہ جائے گا ۔ اور یہ بھی آپ جانتے ہیں کہ تحریف ہی کے مترادف ہو گا ۔ بہر حال عقلی طور پر بھی اس علم کی اہمیت مسلّم ہے ۔

علم تجوید کی نفسیاتی اہمیت

اب آیئے نفسیاتی لحاظ سے بھی اس مسئلہ پر غور کر لیا جائے ۔ یہ گفتگو طبع سلیم وجدان صحیح اور ذوق کامل کا لحاظ رکھتے ہوئے کی جائیگی ، یہ امر کسی پر مخفی نہیں کہ اگر روزانہ بات چیت کے صحیح الفاظ کو دانستہ یا نادانستہ غلط اور توڑ مروڑ کر بولا جائے گا تو ہر سمجھدار آدمی کے کان ضرور اذیت پاتے ہوں گے ، اور یہ اذیت اس قدر متعدی ہوتی ہے کہ شعوری یا غیر شعوری طور پر دماغ و روح بھی اس سے متاثر ہوتے ہیں ۔ پھر اگر یہ غلط پسندی فوری اور وقتی ہو تو اس سے پیدا شدہ اذیت بھی وقتی تاثر کے ساتھ ختم ہو جاتی ہے اور اگر یہ صورت حال ہنگامی نہیں دوامی ہے تو جس طرح پتھر پر پانی کے مسلسل تقاطر سے سوراخ ہو جاتا ہے ، اسی طرح غلط تلفظ کی مسلسل عادت سے قوائے باطنیہ بری طرح ماؤف ہو جاتے ہیں ، دماغ میں کجی ، قلب میں کدورت طبیعت میں زاغ پیدا ہو کر انسانی مزاج ہی غیر مستقیم ہو جاتا ہے ، یہ بات تو ان اثرات کی ہے جو ہماری روزمرہ کی تمام گفتگو سے پیدا ہے ، ہو جاتے ہیں یا ہو سکتے ہیں ۔ لیکن اس غلطیٔ تلفظ کا رابطہ قرآن کریم سے قائم کر دیا جائے تو معاملہ سنگین سے سنگین تر ہو جاتا ہے ۔ کتاب الٰہی کے الفاظ کو غلط پڑھنے سے انسان اخروی عذاب و عقاب کا تو مستحق ہوتا ہی ہے ۔ دنیاوی بربادی کے سامان بھی مہیا کرتا ہے

قرآن کریم صحیح پڑھنے کے مبارک اجرات

قرآن پاک کو صحیح پڑھنے سے خیر و برکت اجر و ثواب ، فوز و فلاح ، نور قلب ، سرور نگاہ ، اور درجات و مراتب کا حاصل ہونا ایک یقینی امر ہے ۔ زبان رسالت علیٰ صاحبھا الصلوٰۃ والسلام سے ان تمام امور کا بارہا اعلان ہوا ہے گویا دیگر امور سے قطع نظر صرف الفاظ قرآن کا صحت کے ساتھ پڑھنا ہی باطنی تسکین اور مراتب روحانیہ کی تکمیل کا ذریعہ ہے ۔ جو اس سے زیادہ کرے گا زیادہ پائے گا ۔

قرآن غلط پڑھنے کے نتائج بد

اس کے برعکس قرآن پاک کو غلط پڑھنا خاص کر دانستہ طور پر غلط پڑھنا گویا نکبت و ادبار کو اپنے اوپر دعوت دینا ہے قہر الٰہی کو آمادۂ نزول کرنا ہے ۔ قحط و افلاس کو اپنے اوپر مسلط کرنا ہے ۔ امراض و بلیات میں شدید طور پر مبتلا ہونا ہے اور یہ سب کچھ نصوص و آثار سے ثابت شدہ حقیقت ہے اب ملت کے سامنے دونوں راستے ہیں ۔ مَنْ شَآءَ فَلْیُؤْمِنْ وَّمَنْ شَآءَ فَلْیَکْفُرْ

قرآن غلط پڑھنے کی ایک اور نحوست

قرآن کریم کے الفاظ کو غلط پڑھنے کا ایک لازمی نتیجہ یہ بھی ہے کہ انسان آہستہ آہستہ قرآنی برکات سے دور ہوتا چلا جاتا ہے ۔ اور ایسے ایسے دماغی و قلبی امراض میں مبتلا ہو جاتا ہے کہ جن کا علاج کرنا آج کل ترقی یافتہ سائنسی دنیا میں بھی معلوم نہیں کیا جا سکا ۔ جیسا کہ باخبر حضرات اس کو خود بھی جانتے ہیں ۔

طبع سلیم کا تقاضا

حاصل یہ ہے کہ طبع سلیم اور وجدان صحیح کا تقاضا بھی یہی ہے کہ قرآن کریم کو صحت لفظ کیساتھ پڑھا جائے ۔ تاکہ پڑھنے اور سننے میں بھی لطف آئے ۔ اور جو ان مقدس الفاظ کی برکات ہیں ان سے بھی انسان محروم نہ رہے ۔

علم تجوید کی فنیت

زمانہ اپنے ساز و سامان کے ساتھ ترقی کر چکا ہے ۔ بلکہ ترقی کی حدود سے آگے نکلا جا رہا ہے ۔ آج کل نئے علوم کا تو ذکر ہی کیا پرانے علوم بھی تشکیل و ترتیب اور تالیف و تدوین کے مرحلوں سے گذر کر نئے علوم کی

صف میں آ رہے ہیں۔ یہی حال علم تجوید کا بھی ہے کہ اپنے اجمال اور اپنی مختصر شکل و صورت کے اعتبار سے یہ قدیم ترین علم ہے لیکن تفسیر اور تشریحات اور نو بہ نو مہذب و مرتب تالیفات کی وجہ سے اب یہ علم محض علم نہیں رہا، بلکہ فن بن چکا ہے۔ دنیا میں مختلف آرٹ مروج ہیں ان میں کوئی بھی اسلامی آرٹ کہلانے کا مستحق نہیں، اب یہ کوئی عجیب بات نہیں کہ پیش کرنے والے فن تجوید کو بطور ایک آرٹ کے پیش کر رہے ہیں جو محض آرٹ نہیں بلکہ اسلامی آرٹ ہے۔

ثقافت حاضرہ اور فن تجوید

آج ایک چیز کا چرچا اور بھی ہے۔ اور وہ ہے ثقافت جب یہ لفظ کانوں میں پڑا تو اس وقت سے لے کر کافی دنوں تک میں یہی سوچ رہا تھا کہ ثقافت کیا چیز ہے؟ پھر جب ثقافت یا ثقافتوں سے متعلق کثرت سے خبریں دیکھنے اور سننے میں آئیں تو مجبوراً مجھے یہ باور کرنا پڑا کہ ثقافت نام ہے گانے بجانے اور ناچنے کا، اب یا تو ثقافت نام ہی رقص و سرور کا ہے یا پھر ثقافت کوئی اور چیز ہوئی۔ مگر رقص و موسیقی اس کا جز و لاینفک ہوگا۔ بہرحال کچھ بھی ہو۔ میں نے جو کچھ سمجھا۔ وہ عرض کر رہا ہوں۔ پھر ثقافت کی قسمیں بھی بہت سی ہیں۔ یعنی جتنے ملک ہیں۔ اتنی ہی ثقافتیں ہیں۔ ان کے علاوہ ایک قسم ایسی بھی ہے۔ جس کی ہمارے یہاں تو بہت شہرت ہے۔ باہر کا معلوم نہیں۔ اور وہ ہے ثقافتِ اسلامی یا اسلامی ثقافت، ثقافت والوں نے اپنے متعدد مظاہروں سے جو تاثر دیا ہے۔ اس کی روشنی میں میں پوری ذمہ داری اور بڑی صفائی سے اعلان کرتا ہوں۔ کہ یہ مروجہ ثقافت اسلام سے کوئی تعلق نہیں رکھتی اس ثقافت کو اسلام کے ذمہ لگانا اسلام کی انتہائی توہین ہے۔ ممکن ہے کہا جاوے۔ کہ ثقافت مختلف فنونِ لطیفہ کا مجموعہ ہوتی ہے۔ اسلام اگر ثقافت کا حامی نہیں تو اس کا یہ مطلب ہے کہ اسلام فنون لطیفہ سے انکار کرتا ہے۔ میں عرض کرتا ہوں، کہ اوّل تو بلا دلیل و سبب فنون کثیفہ کو فنون لطیفہ نام دینے کا حق کسی کو نہیں جن فنون کو آج لطیف کہا جاتا ہے۔ وہ اسلام کی نظر میں کثیف ہیں۔ موقعہ نہیں ورنہ دلائل پیش کرتا۔ دوسرے اسلام اگر فنونِ لطیفہ سے منکر ہوتا ہے۔ تو پھر فن تجوید کا کوئی وجود اس مذہب میں نہ ہوتا۔ یہ کوئی دیوانے سرپھرے کی پکار نہیں بلکہ پوری ذمہ داری سے عرض کرتا ہوں کہ تمام فنون لطیفہ سے فن تجوید ہی کو بلند ترین مقام حاصل ہے۔ اور جو اس فن کا ماہر ہوگا۔ وہ آپ ہی کی زبان سے یہ اعتراف کرائے گا۔ وجہ ظاہر ہے کہ دیگر تمام فنون لطیفہ میں انسانی بھی کمال و کسب کو دخل ہے اس لئے ان کی پرواز محدود ہے مگر فن تجوید میں انسانی کسب و کمال کے ساتھ ساتھ غیبی و روحانی قوتیں بھی شامل ہوتی ہیں۔ اس لئے اس فن کی پرواز بھی لامحدود ہے۔ مطلب یہ ہے کہ فنون لطیفہ اور غلط اسلامی ثقافت کی رٹ لگانے والے اگر کوئی بلند ترین آرٹ یا اسلامی ثقافت کا صحیح مظاہرہ دیکھنا چاہیں تو فن تجوید سے رابطہ پیدا کریں۔ اس فن کے ماہرین سے ملیں پھر یہ فن خود حاصل کریں۔ اور یہ ممکن نہ ہو تو حاصل کرنے والوں کی سرپرستی کریں۔ ان سے پورا تعاون کریں کہ یہ اسلامی ثقافت کی بہترین خدمت ہوگی۔

ذوق جمال

انسان آج کل ذوق جمال کا اس قدر اسیر ہو چکا ہے کہ وہ جائز و ناجائز کی حدود پھلانگ کر ہر اس شے کی طرف لپکتا ہے جو اس کے جمال پسندانہ ذوق کو تسکین دے سکے۔ جمالیت کے دو ہی مرکز ہیں (۱) حسنِ صورت (۲) حسنِ صوت، یعنی آج کا نوجوان یا اچھی صورت دیکھنا چاہتا ہے یا اچھی آواز سننا چاہتا ہے۔ اور ان دونوں میں بھی میرا خیال ہے کہ حسن صورت ہی اصل ہے کہ صورت چاہے دیکھنے کو ملے یا نہ ملے مگر اچھی آواز کان میں پڑتی رہے۔ یہ ہے خلاصہ آج کے ذوق و جمال کا جس سے ہزاروں فتنے پیدا ہو رہے ہیں۔ تو اگر اس ذوق کا رخ بدل دیا جائے کہ عارضی و مجازی جمال سے ہٹ کر حقیقی اور دائمی جمال کی طرف رخ پھیر دیا جائے تو یہ کتنی بڑی خدمت ہوگی اور اس سے کتنے ہی مفاسد کا خاتمہ ہو جائے گا

فن تجوید اور صوتیات

خوشی کا مقام ہے کہ ہم یہ عظیم الشان کارنامہ بھی فن تجوید ہی کی بدولت انجام دے سکتے ہیں۔ زیادہ تفصیل کا موقعہ نہیں مختصر عرض ہے اس زمانہ میں صوتیات کو بڑی اہمیت اور مرکزیت حاصل ہے آواز کے داخلی و خارجی استعمال میں آج بے حد ترقی حاصل کی جا چکی ہے تو کیا آپ یہ خیال رکھتے ہیں کہ فن تجوید کو صوتیات سے کوئی تعلق نہیں؟ نہیں ایسا نہیں اوّل تو خود مہبط وحی الٰہی صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے۔ اِقْرَؤُا الْقُرْآنَ بِلُحُوْنِ الْعَرَبِ یعنی قرآن کو عربوں کے لہجوں میں پڑھو۔ ایک جگہ ارشاد ہے۔ حَسِّنُوا الْقُرْآنَ بِاَصْوَاتِكُمْ اَوْ كَمَا قَالَ،

فرمایا اپنی آوازوں سے قرآن کو حسین بناؤ۔ ان ارشادات کی روشنی میں حسنِ صوت کا شدید ترین رابطہ قرآن کریم سے پیدا ہو جاتا ہے۔ دوسرے جن ذرائع سے یہ علم و فن منتقل ہوتا چلا آ رہا ہے۔ انہی ذرائع سے قرآن کریم میں خوش آوازی اور حسن صوت کا استعمال بھی منقول چلا آ رہا ہے۔ موسیقی میں آپ کو زیر و بم یاد و باب کا ہیر پھیر مسموع ہوگا مگر فن تجوید میں صحت مخارج درستی صفات تحفظ اصول اور حسن صوت کا ایسا حسین امتزاج ملے گا جس کو سن کر اگر آپ اللہ والے نہ بھی ہوں تب بھی بے انتہا کیف اور لطف محسوس کریں گے۔ علاوہ ازیں آپ تلوّنِ صوت اور تنوع آواز کے لحاظ فن تجوید کو بڑی بلندی پر پائیں گے چنانچہ فن تجوید کا ماہر قاری حسب ذیل لہجے یا ان میں سے اکثر سنا سکے گا۔ کچھ لہجوں کے نام یہ ہیں۔

(۱) حسینی عجمی (۲) مصری قدیم مفرد (۳) مصری جدید (۴) حسینی عربی (۵) حجازی مرکب (۶) حجازی مفرد (۷) مصری قدیم مرکب (۸) محطار عربی (۹) محطار مصری (۱۰) راست (۱۱) عشاقی (۱۲) مایا رکبی (۱۳) عربی (۱۴) عراقی (۱۵) بغدادی (۱۶) بنامی (۱۷) دوبین (۱۸) مناباقی (۱۹) بیکا وغیرہ لک۔ وقت نہیں ورنہ میں اس بارے میں بھی سامعین کی راہنمائی کر سکتا تھا۔ کہ ایک ماہر قاری کس کس لہجۂ قرآنی کو کہاں کہاں کس کس کام کے لئے ادا کرتا ہے۔ میں نے آپ کا بہت وقت لے لیا ہے مجھے نہیں معلوم کہ میں کوئی مفید بات کہہ سکا یا نہیں یہ فیصلہ آپ کے ہاتھ میں ہے اگر کوئی مفید گذارش پیش کر سکا ہوں تو مطمئن ہوں کہ میں نے آپ کا وقت ضائع نہیں کیا اور اگر صورت برعکس ہے تو آپ کا وقت ضائع کرنے پر میں قلباً معذرت خواہ ہوں۔ آخر میں ایک بات اور کہتا چلوں کہ فن تجوید سے ہمارا علمی یا عملی برتاؤ ہے اس میں بہت جلد تبدیلی ہونا چاہیئے یاد رکھئے کہ قرآن کریم ایک بے نظیر و بے مثال عظمت ہے تو فن تجوید اس عظمت کو باقی رکھنے کا عظیم ذریعہ ہے۔

وآخر دعوانا ان الحمد للہ رب العالمین

بقیہ :- اداریہ

تو مسیحؑ اور آدمؑ کا خالق کون ہے۔؟ پھر حضرت آدمؑ کی پسلی سے برہنہ حالت میں حضرت حوّا کا جو مجسمہ دکھایا گیا ہے وہ حضرت مریمؑ کے فرضی مجسمہ سے بالکل مشابہہ ہے۔! گویا یہ واقعاتی دیانت کے خلاف ہے۔!

اور جہاں تک آرٹ اور فن کا تعلق ہے ظاہر ہے کہ حضرت آدمؑ کا ہیولیٰ اور مجسمہ عہدِ حاضر کے انسانوں سے مماثل نہیں ہوگا آدمیت کی خلقت اولیٰ کا مجسمہ اور ہیولیٰ یقیناً دورحاضر کے انسان سے مختلف ہوگا۔ اور نئے تجریدی آرٹ کی روشنی میں زیادہ سے زیادہ آدمیت کے نقوش جو کمال دقّتِ نظر اور باریک بینی کے بعد محسوس ہو سکتے وہ یقیناً یہ نہ ہوتے۔ گویا لائف نے ہر اعتبار سے خلاف واقع چیزیں پیش کر کے مسلمانوں اور دنیا کے دیگر مذاہب کے معقول انسانوں کے جذبات سخت مجروح کئے ہیں۔

ہم حکومت پاکستان سے پُر زور مطالبہ کرتے ہیں کہ وہ "لائف" ایسے گستاخ رسالہ کی پاکستان میں درآمد بالکل ممنوع قرار دے دے اور بائبل نمبر کے وہ شمارے جس میں خدا تعالیٰ، حضرت آدم، حضرت حوّاؑ اور فرشتوں کی جعلی اور فرضی تصاویر شائع کرکے اہل اسلام کے نازک جذبات کو مشتعل اور مجروح کیا ہے اسے فی الفور ضبط کرلے۔!

انتقالِ پُرملال

چند دن ہوئے حضرت خواجہ نظام الدین صاحب سجادہ نشین تونسہ شریف اپنے اللہ کو پیارے ہو گئے۔ انا للہ و انا الیہ راجعون۔ خواجہ صاحب مرحوم نہایت نیک نفس، زاہد و عابد مرنجاں مرنج اور صلح کل شخصیت تھے۔ اُن کی سخاوت کے قصّے اور علم دوستی کے واقعات زبان زد خواص و عوام ہیں۔ ہمارے اکابر بالخصوص سیدی و مولائی شیخ العرب والعجم حضرت مولانا حسین احمد صاحب مدنی رحمۃ اللہ علیہ کے تو جی جان سے فدائی تھے۔ سلام و پیام حضرت اقدس شیخ التفسیر قدس سرہ العزیز کو بھی بھیجتے رہتے تھے۔ اور حضرت رحمۃ اللہ علیہ بھی باوجود اختلاف مسلک کے اُن کی بے حد قدر و منزلت فرماتے تھے۔ راقم الحروف چند ماہ پہلے مخدوم و مکرم حضرت مولانا خیر محمد صاحب مدظلہٗ مہتمم خیر المدارس و خلیفۂ ارشد حضرت حکیم الامت تھانوی رحمۃ اللہ علیہ کی خدمت میں ملتان حاضر ہوا تو حضرت مولانا نے بھی خواجہ صاحب کے اخلاقِ کردار، وسیع القلبی اور عالی ظرفی کی بڑی تعریف فرمائی تھی۔ اور اکابر دیوبند سے ان کی عقیدت و تعلقات کے کئی واقعات سنائے۔ خواجہ صاحب مرحوم خطیبِ اعظم، بلبلِ بستانِ رسولؐ، امیر شریعت حضرت مولانا سید عطاء اللہ شاہ بخاری رحمۃ اللہ علیہ کے جنازے میں بھی باوجود ضعف و نقاہت کے بڑی محبت سے شریک ہوئے تھے۔ چنانچہ آج جبکہ وہ ہم میں موجود نہیں اور اللہ کے حضور پہنچ چکے ہیں ہمارے دل ان کی جدائی کے صدمے سے نڈھال ہیں۔ فی الحقیقت ایسی شخصیات اختلاف اور تعصب سے پاک ہوتی ہیں۔ اور ان کا وجود انسانیت کے لئے سرتاپا خیر ہوتا ہے کیونکہ ان کی وجہ سے سینکڑوں فتنے دبے رہتے ہیں اور لوگ بیہودہ اختلافات سے بچے رہتے ہیں موجودہ نازک حالات میں جبکہ مقتدر علماء و مشائخ ایک دوسرے پر کیچڑ اچھالنے کی مہم میں مصروف ہیں ایسے صلح کل نفوس کی ازحد ضرورت ہے۔ لیکن مشیّت کے فیصلے تبدیل نہیں ہوا کرتے۔ اور وہ ہماری ضروریات سے بے نیاز ہیں۔

ہم اس وقت سوائے دعائے خیر اور ان کی نیک باتوں کو یاد کرنے کے ان کی بارگاہ میں اور کیا ہدیہ پیش کر سکتے ہیں۔ ہماری دعا ہے کہ اللہ تعالےٰ مرحوم کو اپنی مغفرت سے نوازے اور ان کے پسماندگان کو صبر جمیل کی توفیق اور ان کے نقش قدم پر چلنے کی سعادت بخشے۔ آمین۔

ادارہ خدام الدین حضرت خواجہ صاحب مرحوم کے پسماندگان کے غم میں شریک ہے اور ان کے صدمہ کو اپنا صدمہ تصوّر کرتا ہے۔

بقیہ : مجلسِ ذکر

کرے۔ اور معلوم ہو جائے کہ جو کبیرہ گناہ شلاً مال غصب یا سرقہ کرنے یا کسی کو ظلماً قتل کرنے سے بچ گیا تو اس کے تمام صغیرہ گناہ بخش دئے جائینگے اللہ تعالیٰ ہم سب کو کبیرہ گناہوں سے بچنے کی ہمت و توفیق عطا فرمائے۔ آمین!

حضرات! آپ کوشش کریں، کمر باندھیں۔ سب کچھ ہو سکتا ہے کوئی کام مشکل نہیں۔ اللہ تعالےٰ کی رحمت بہت وسیع ہے۔ آپ نیّت کرلیں کہ آج سے اللہ تعالےٰ کی نافرمانی نہیں کرنی۔ نماز پابندی سے پڑھنی ہے۔ رزق حلال کمانا ہے، رشوت کبھی نہیں لینی ہر بُرے اور بےحیائی کے کام سے بچنا ہے۔ پھر دیکھئے کہ کس طرح اللہ تعالےٰ کی مدد آپ کے شامل حال ہوگی۔ آپ اپنے مقاصد میں ضرور کامیاب ہوں گے۔ پھر دعائیں بھی ضرور قبول ہوں گی۔ وظائف و اوراد اپنا رنگ دکھائیں گے۔

حضرتؒ بے نماز کے ہاتھ کا پکا ہوا کھانا تک نہیں کھاتے تھے۔ حرام اور مشتبہ مال سے ہر لمحہ اور ہر وقت بچتے رہتے تھے۔ یہی وجہ تھی کہ اُن کے قول و فعل اور دعا میں اثر تھا۔ اللہ تعالےٰ ہم سب کو حرام اور مشتبہ خورد و نوش سے بچائے۔ نفع والے کام کرنے کی توفیق عطا فرمائے۔ آمین!

وآخر دعوانا ان الحمد للہ رب العلمین

حضرت مولانا عبید اللہ انور مدظلہ العالی کا

پروگرام

۲۷ جون - اتوار :

روانگی ۱۲ بجے دوپہر لاہور سے روڈالہ روڈ روڈالہ روڈ سے چک ۲۷۲ تشریف لیجائیں گے

۲۸ جون - پیر :

چک ۲۷۲ سے چک ۲۸۲ شاہ مند بابا سلطان کے ہاں قیام ہوگا۔

۲۹ جون - منگل :

چک ۲۸۲ سے ناندلیانوالہ دوپہر تک قیام ہوگا۔ اور بعد دوپہر منڈی شیخ موسے روانہ ہوں گے

۳۰ جون بروز بدھ کو واپس لاہور تشریف لیجائینگے۔

(حاجی بشیر احمد)

دارالعلوم حقانیہ میں
مولانا اصغر علی دیوبندی اور علامہ بشیر ابراہیمی الجزائری کیلئے

دُعائے مغفرت

شیخ الحدیث مولانا عبدالحق کی طرف سے اظہارِ تعزیت

دارالعلوم حقانیہ اکوڑہ خٹک کو دیوبند سے آمدہ ایک اطلاع سے معلوم ہوا ہے کہ حضرت شیخ الاسلام مولانا حسین احمد مدنی قدس سرہٗ کے خادم خاص اور وفادار فدائی حضرت مولانا قاری اصغر علی صاحب رحمۃ اللہ علیہ طویل علالت کے بعد انتقال فرما گئے۔ اور انہیں حضرت شیخ الاسلامؒ کے قدموں میں سپرد خاک کیا گیا۔ حضرت مرحوم دارالعلوم دیوبند کے مدرس، بہترین عالم، زاہد اور حضرت شیخ الاسلام کے سیکرٹری ہونے کے علاوہ ان کے اجل خلفاء میں سے تھے۔ اور حضرت شیخ الاسلامؒ کے وصال کے بعد خانقاہ مدنیؒ کی رونق ان ہی سے قائم تھی۔ مہتمم دارالعلوم حقانیہ حضرت شیخ الحدیث مولانا عبدالحق صاحب مدظلہٗ نے بڑے رنج دغم سے یہ اطلاع سنائی۔ اور حضرت مرحوم کے رفع درجات اور مغفرت کے لئے طلبہ واساتذہ سے ایصال ثواب اور دعائیں کرائی گئیں۔ نیز حضرت مرحوم کے لواحقین اور صاحب زادگان حضرت شیخ الاسلام اظہارِ تعزیت کیا گیا۔ نیز دارالعلوم حقانیہ میں الجزائر کے بہت بڑے عالم اور مجاہد حضرت العلامہ بشیر الابراہیمی صدر جمعیۃ العلماء الجزائر کے سانحہ وفات کی اطلاع بھی گہرے رنج وغم سے سنی گئی۔ حضرت مرحوم الجزائر کے جنگ آزادی کے بہت بڑے مجاہد، اسلام کے زبردست عالم و داعی اور سینکڑوں مدارس عربیہ کے نگران اور جمعیۃ العلماء الجزائر کے صدر تھے۔ جہادِ آزادی میں انہوں نے سخت اذیتیں اور مشقتیں برداشت کیں ۱۳۷۵ھ اپنے عالمی دورہ کے موقعہ پر مرحوم دارالعلوم حقانیہ بھی تشریف لائے اور تقریباً چوبیس گھنٹے تک قیام کے دوران ایک ولولہ انگیز خطاب سے حاضرین کو مسحور فرمایا۔ انہوں نے اثنائے تقریر میں اپنے حالات کے ضمن میں یہ بھی فرمایا۔ کہ میں نے حضرت شیخ الاسلام مولانا مدنی قدس سرہٗ سے ان کے قیام حجاز کے دوران شرف تلمذ حاصل کیا تھا۔ حضرت شیخ الحدیث مولانا عبدالحق صاحب نے عالم اسلام کے اس عظیم نقصان پر بھی افسوس کا اظہار کرتے ہوئے ان کے رفع درجات کے لئے دعائیں کیں۔

محمد بشیر ناظم نشر واشاعت

بقیہ :- خطبہ جمعہ

میں آنا چاہیے۔ دھوم دھام ڈھول تماشے وغیرہ سب حرام ہیں۔

برادران محترم! اسلام نے زنا کے استیصال کے لئے نکاح کو سادہ سے سادہ صورت دی تھی اور تمام لغویات اور حشو وزوائد سے اس متبرک تقریب کو پاک کر دیا تھا مگر مسلمانوں نے دوسروں کی دیکھا دیکھی اسے سخت سے سخت تر بنا دیا اور اب تو حالت تو یہ ہو گئی ہے کہ نکاح کا ہونا بھی محال اور ایک جنجال ہو گیا ہے اور اس قدر کہ ایک نہیں صدہا مثالیں ہمارے گردوپیش ایسی ملتی ہیں کہ لڑکیاں بیٹھی ہوئی گھر ہی میں بال سفید کر لیتی ہیں اور شادی نہیں ہو سکتی۔ نکاح کرنا اس زمانے میں سخت مشکل اور ایک ہفت خوان طے کرنا ہوتا ہے۔ ایک شادی پر عمر کا تمام اندوختہ خرچ ہو جاتا ہے حالانکہ آقائے نامدار صلی اللہ علیہ وسلم نے پہلے ہی ہدایت فرما دی تھی کہ بہت بڑی برکت کا نکاح وہ ہے جس میں مہر اور خرچ کم ہو اور تھوڑے پر قناعت کی جائے۔

حضرت فاروق اعظم رضی اللہ عنہ بھی فرمایا کرتے تھے کہ مہر زیادہ نہ باندھو۔ اگر یہ برکت کی چیز ہوتا اور دنیا میں موجب بزرگی اور تقویٰ بنتا تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم بھی ضرور اس پر عمل پیرا ہوتے۔

پہلے ہم سنا کرتے تھے کہ بنیے کی کمائی بیاہ اور مکان نے کھائی" لیکن اب مسلمانوں کے متعلق بھی یہ کہنا غلط نہیں۔ آج کل عام شادیاں اسلام کے طریق پر نہیں ہوتیں بلکہ ہندوانہ طریق پر ہوتی ہیں۔ اسی لئے شادیاں بربادیاں بن کر رہ گئی ہیں۔ اسلام تو آسانیاں پیدا کرتا ہے اور مسلمان خود دشواریاں پیدا کرتے چلے جاتے ہیں۔ اور اسلام سے دور جا کر انہوں نے اپنی زندگیاں اپنے لئے اجیرن بنا لی ہیں اور ہر شادی پوری دھوم دھام کے ساتھ کی جاتی ہے اور ہزارہا روپیہ میں آگ لگا کر اپنے ہاتھوں اپنی زندگی تلخ بنا لی جاتی ہے۔

اللہ تعالیٰ ہمیں اپنی زندگی اسلامی طریق پر بسر کرنے کی توفیق عطا فرمائے اور غیر اسلامی رسوم و رواج سے بچائیے۔ آمین

حافظ محمد امین صاحب ہیڈ ماسٹر ہائی سکول بہاولپور

پیارے بچو! حضرت مولانا محمد یوسف صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے اس سال رائے ونڈ کے سالانہ اجتماع میں ایک کہانی سے وعظ شروع کیا۔ وہ کہانی بڑی دلچسپ اور سبق آموز ہے۔ آپ پڑھیں اور دوسروں کو بھی سنائیں۔ فرمایا:۔

ایک باپ نے بیٹے سے کہا کہ بیٹا! محنت کرو اور اچھے نمبروں میں پاس ہو۔ میٹرک پاس کرو گے تو انعام میں نئی سائیکل خرید دوں گا۔ اور یہ تمہاری محنت کا پھل ہوگا۔ باپ یہ کہہ کر مطمئن ہو گیا۔ کہ اب لڑکا ضرور محنت کرے گا اور انعام حاصل کرے گا۔

مگر لڑکا تھا احمق اُس نے محنت کی بجائے انعام یعنی سائیکل کے متعلق سوچنا شروع کر دیا۔ کتابیں رکھ دیں اور روز بازار چلا جاتا۔ اور مختلف قسم کے سائیکل دیکھ آتا۔ کبھی کوئی پسند کرتا کبھی کوئی۔ کبھی کاٹھی کا سوچتا، کبھی گھنٹی کا۔ بس اسی اُدھیڑ بُن میں لگ گیا۔ اور پڑھنے کی بجائے سائیکل کے چکر میں پھنس گیا۔ آخر امتحان سر پر آ گیا۔ امتحان کیا دینا تھا نتیجہ وہی کہ فیل ہو گیا۔ محنت کرتا تو پاس ہوتا۔ وہ تو سائیکل کے خوابوں میں ڈوب گیا۔ نتیجہ یہ نکلا کہ انعام کے بجائے والد نے جوتے مار کر گھر سے نکال دیا۔ سچ ہے ؎

مشقت کی ذلت جنہوں نے اٹھائی
جہاں میں ملی اُن کو آخر بڑائی
بغیر اس کے ہرگز کسی نے نہ پائی
نہ عزت نہ ثروت نہ فرمانروائی
(حالی)

اس مثال کے بعد حضرت رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا کہ خدا نے ہمیں پیدا کیا۔ اور یہ عارضی زندگی محنت کے لئے عطا فرمائی۔ اور اس محنت کا انعام جنت فرمایا۔ پرچے کا دن "یوم الدین" مقرر کر دیا۔ اور وہ پرچہ بھی پہلے بتا دیا۔ کہ قبر اور حشر و نشر میں ان سوالات کے متعلق پرسش ہوگی۔ کتاب بھی بتا دی کہ قرآن۔ معلم کا بھی فرمایا کہ نبیؐ آخر الزماں، امتحان کا دن یوم المیزان اور پاس ہونے کا انعام فرمایا جنتِ رضوان

مزید فرمایا۔ کہ خوش قسمت ہیں وہ لوگ جو اس عارضی زندگی میں محنت کرتے ہیں اور اچھے عمل کر کے خدا کی رضا چاہتے ہیں۔ خدا اور اس کے بندوں کا حق پہچانتے ہیں۔ خود نیکی کرتے اور دوسروں کو نیکی کی دعوت دیتے ہیں۔ بڑوں کا ادب اور چھوٹوں سے پیار کرتے ہیں۔ والدین، ہمسایہ اور مخلوق کو ستاتے نہیں۔ یہی لوگ اولٓئک هم المقربون ہیں اور یہی فی جنّتِ النعیم کے مستحق ہیں۔ جو خدا کا بڑا انعام ہے۔ بدقسمت ہیں وہ لوگ جو اُس کی راہ میں محنت کرنے کی بجائے جنت کے متعلق چہ مے گوئیاں کرتے رہتے ہیں کیسی ہوگی۔ کتنی ہوگی۔ یہ ہوگا کہ نہیں۔ وہ ہونا چاہئے اور گستاخی کرتے ہیں کہ ؎

ہم نے دیکھی ہے جنت کی حقیقت لیکن
دل کے خوش کرنے کو غالب یہ خیال اچھا ہے

محنت سے کترانے والے لوگ ایسے ہی اٹکل پچو مارتے ہیں۔ یہ لوگ خدا کی راہ میں محنت نہیں کرتے۔ نماز سے گریز روزہ سے پرہیز خزانے پر سانپ بنے بیٹھے ہیں۔ زکوٰۃ کو ٹیکس جانتے ہیں۔ حج کے لئے بہانے تراشتے ہیں۔ بلیک اور ملاوٹ کرتے اور مخلوقِ خدا کو ستاتے ہیں۔ ایسے ہی لوگوں کو قبر میں اور حشر میں انعام کی بجائے جوتے پڑینگے بہشت بریں کی بجائے نارِ سجّین اُن کا مقام ہوگا۔ آگ ہوگی۔ اور ان کی جان ہوگی جسے کبھی موت نہ آئے گی۔ اور یہی لوگ بدعملی کی پاداش میں خدا کے غضب میں مبتلا ہوں گے۔ اور سقر اُن کا مستقر ہوگا۔

پیارے بچو! دعا کرو کہ خداوند کریم ہم سب کو محنت اور اچھے عمل کی توفیق بخشے۔ اور آپ سب اس محنت کی بدولت دنیا اور آخرت میں خوب انعام حاصل کریں۔ آمین! ؎

عمل سے زندگی بنتی ہے جنت بھی جہنم بھی
یہ خاکی اپنی فطرت میں نہ نوری ہے نہ ناری ہے

حدیث کی روشنی میں

امۃ اللہ تسنیم

چھوٹے بچے کی نگرانی اور احتیاط

حضرت ابوہریرہؓ سے روایت ہے کہ حسنؓ بن علیؓ نے ایک کھجور کا دانہ اٹھا لیا اور اپنے منہ میں رکھ لیا۔ آپؐ نے فرمایا اسے اسے اس کو پھینکو کیا تم نہیں جانتے کہ صدقہ کا ہم نہیں کھاتے۔
(بخاری و مسلم)

اور ایک روایت میں ہے۔ آپؐ نے فرمایا صدقہ ہمارے لئے جائز نہیں۔

بچہ کی تربیت اور آداب کی تعلیم

حضرت عمرؓ بن ابو سلمہؓ سے (جو ام سلمہ کے صاحبزادے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی پرورش میں تھے) روایت ہے کہ میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی پرورش میں تھا اور پیالہ میں ادھر اُدھر سے کھایا کرتا تھا۔ آپؐ نے مجھ سے فرمایا۔ "اے لڑکے! اللہ کا نام لے کر سیدھے ہاتھ سے کھا اور اپنے سامنے سے کھا۔ اس کے بعد میں اُسی طرح کھانے لگا۔

بچوں کو نماز کی تاکید و تنبیہ

حضرت عمر بن شعیبؓ سے روایت ہے۔ وہ اپنے باپ سے روایت کرتے ہیں وہ اپنے دادا سے روایت کرتے ہیں۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ تمہاری اولاد جب سات برس کی ہو تو نماز کی تاکید کرو اور جب دس برس کی ہو تو مار کر نماز پڑھاؤ۔ اور ان کے بستر الگ کر دو۔
(ابوداؤد)

رجسٹرڈ ایل نمبر ۶۰۴۷

Weekly "KHUDDAMMUDDIN"
LAHORE (PAKISTAN)

منظور شدہ محکمہ تعلیم (۱) لاہور یجن بذریعہ چٹھی نمبری / G / ۲۱/ ۱۶۳۲۱ مورخہ ۳ مئی ۱۹۵۶ء پشاور ریجن بذریعہ چٹھی نمبری T.B.C ۲۷۳۰/ ۲۲۸۱ مورخہ ۸ ستمبر ۱۹۵۶ء کوئٹہ ریجن بذریعہ چٹھی نمبر ۲۹/۹/۲۰۷۶۷-DDA مورخہ ۲۲/۷/۶۲

عزمِ جہاد

حضرت مولانا غریب تھانوی مدظلہ

بڑھو اے دوستو تم میں اگر کچھ جوش باقی ہے — یہ امرتسر، یہ لودھیانہ، یہ انبالہ، یہ دلّی ہے

ہرے جھنڈے کو قلعہ لال برسوں سے ترستا ہے — اٹھو اللہ اکبر کہہ کے پھر رستہ ہی رستہ ہے

ہمیں تو بمبئی تک ایک ہی ہلہ میں جانا ہے — نہ اس سے پہلے دم لینا نہ کچھ پینا نہ کھانا ہے

توقف کر کے تم کشمیر میں کتنے تھے پچھتائے — ابھی رن کچھ میں رُک کر تم نے کتنے پیچ و خم کھائے

قدم رُکنے نہ پائے دیکھنا ہرگز نہ دم لینا — کوئی کچھ بھی کہے ہرگز نہیں اب اس سے کم لینا

ہمارے لب پہ ہے اللہ اکبر، دل میں یا اللہ — نظر میں عیش جنت اور مقصد ہے رضا اللہ

خدا کی راہ میں مرنا ہی بخشش کی ضمانت ہے — مبارک ہے وہ ہستی جس کی قسمت میں شہادت ہے

جو کشمیر اور ہندوستان میں مظلوم ہیں بھائی — کریں گے جان کو ہی کیا اگر ان کے نہ کام آئی

اُدھر ہیں کفر کے تودے اِدھر انوارِ ایمانی — چہ نسبت خاک را با نورِ ایمانی و عرفانی

نہیں اب ضبط میں آتا ہے فوّارہ ارادت کا
دلوں میں جوش بے قابو ہے اب شوقِ شہادت کا

فیروز سنز لمیٹڈ لاہور میں باہتمام عبید اللہ انور پرنٹر اینڈ پبلشر چھپا اور دفتر خدام الدین شیرانوالہ گیٹ لاہور سے شائع ہوا۔